ہے۔ اسلئے قرآن کے ہوتے ہوئے کسی کتاب کی ضرورت نہیں ۔

پھر فرمایا وکذٰلک اوحینا الیک قرآناً عربیاً لتنذر امّ القریٰ ومن حولہا وتنذر یوم الجمع لاریب فیہ الخ (سورہ شوریٰ) کہ ہم نے تمہاری طرف عربی قرآن نازل کیا تاکہ تم ام القریٰ اور اُن لوگوں کو ڈراؤ جو اسکے اِرد گرد رہتے ہیں اور اُس دن بھی تم ہی ڈراؤ گے جب لوگ جمع ہونگے یعنی جب تمام دنیا ایک ملک اور ایک شہر کی طرح ہو جائیگی۔ اس سے معلوم ہُوا کہ آخر زمانے میں اسی قرآن سے انذار کیا جائیگا۔ اور چونکہ آنحضرت صلعم کا وصال ہو چکا ہے آپ دوبارہ نہیں آ سکتے۔ اسلئے آپکا قائم مقام اور بروز یعنی مسیح موعودؑ آپکی طرف سے لوگوں کو ڈرائیگا ۔

پھر فرمایا ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ الخ کہ اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے۔ یہ آیت مسیح موعودؑ کے متعلق ہے جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے۔ اور مسیح موعودؑ کا زمانہ اسلام کی شوکت اور غلبہ کا زمانہ ہے۔ اور یہ غلبہ دلائل اور براہین کے ساتھ ہوگا۔ اس لئے معلوم ہُوا کہ آخری زمانہ جس میں مسیح موعودؑ کا نزول ہے یعنی تیرھویں چودھویں صدی اسلام کی شوکت کا زمانہ ہے۔ لہٰذا اُس زمانے میں شریعت قرآن منسوخ نہیں ہو سکتی۔ بلکہ عروج پر ہو گی۔ بہائیوں کا دعوےٰ کہ قرآن بارہ سو سال کے بعد آ کر منسوخ ہو گیا غلط ٹھیرا۔ کیونکہ اگر اس زمانہ میں قرآن منسوخ ہو جائے تو اسلام کی شوکت کا زمانہ کب آئیگا؟ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ "قرآن شریف کی آیت لیظھرہ علی الدین کلہ میں وعدہ تھا کہ یہ علوم اور معارف مسیح موعودؑ کو اکمل اور اتم طور پر دیئے جائینگے۔ کیونکہ تمام دینوں پر غالب ہونیکا ذریعہ علوم حقّہ اور معارف صادقہ اور دلائل بیّنہ اور آیات قاہرہ ہیں اور غلبہ دین کا انہی پر موقوف ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے کہ جو کہا گیا ہے کہ اُن دنوں میں بیت اللہ کے نیچے سے ایک بڑا خزانہ نکلیگا۔ یعنی بیت اللہ کے لئے جو خدا تعالیٰ کو غیرت ہے وہ تقاضا کریگی جو بیت اللہ سے روحانی معارف اور آسمانی خزائن ظاہر ہوں ..... اور بیت اللہ پر موقوف نہیں بلکہ قرآن کے ہر ایک ایسے فقرہ کے نیچے ایک خزانہ ہے جسکو کافروں کے ہاتھ۔ مخالفانہ حربہ سے منہدم کر کے جھوٹ کے رنگ میں دکھلانا چاہتے ہیں۔" (اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۶) ولنعم ما قیل ؎ جمیع العلم فی القرآن لاکن ۔ تقاصر عنہ افہام الرجال ۔ پھر فرمایا۔ طٰسٓ تلک آیات القرآن

وکتاب مبین ہدی وبشرٰی للمومنین ۔ کہ یہ آیتیں ہیں قرآن اور کتاب مبین کی اور ہدایت اور خوشخبری ہے ایمان لانیوالوں کے لئے ؛

قرآن اور کتاب مبین دو نو ایک ہی کے نام ہیں۔ لفظی اور معنوی خوبیوں کے لحاظ سے یہ دو نام ذکر کیئے گئے ہیں۔ یعنی القرآن کہکر یہ بتایا کہ لفظوں کے اعتبار سے اسکو بار بار پڑھا جائے گا (کب تک پڑھا جائیگا؟ اس کی کوئی حد نہیں) اور کتاب مبین سے یہ بتایا کہ یہ خوب کھولکر بیان کرنیوالی کتاب ہوگی۔ اب اگر اسکو منسوخ کر دیا جائے تو پھر یہ کتاب مبین اور القرآن نہیں رہتا ؛

پھر فرمایا کہ اِنَّ ھٰذا القراٰن یھدی للتی ھی اقوم الخ کہ یہ قرآن سب سے زیادہ مضبوط اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور ہمیشہ کرتا رہیگا۔ یہ آیت بھی نص صریح ہے کہ قرآن ہی ہمیشہ لوگوں کا ہادی اور رہنما رہیگا۔ کیونکہ یَھْدِیْ مضارع کا صیغہ ہے جو حال اور استقبال کے لئے ہے۔ اور استقبال کا زمانہ محدود نہیں قیامت تک ممتد ہے۔ اسلئے قرآن کا بھی قیامت تک ہادی ورہنما رہنا ثابت ہوا۔ پھر بتاؤ اس کی موجودگی میں کوئی اور کتاب کیونکر آسکتی ہے کیونکہ ایک اقلیم میں دو بادشاہ نہیں رہ سکتے۔

پھر ھی اقوم سے بتایا کہ اچھے سے اچھے اور عمدہ سے عمدہ راستے کی طرف قرآن رہنمائی کرتا ہے۔ اب اگر کوئی کتاب آئے تو اس سے بڑھکر اور کس راستے کی طرف رہنمائی کریگی۔ بہتر سے بہتر راستہ جو ہو سکتا تھا اسکی طرف تو قرآن رہنمائی کرتا ہے وہ نئی کتاب اس سے بڑھکر اور کس طرف لیجائے گی ؛

حدیثوں سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ قیامت تک یہی اُمت اور یہی شریعت رہیگی چنانچہ صحیح مسلم جلد اول کتاب الایمان باب نزول عیسٰی میں یہ حدیث ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لا تزال طائفۃ من امتی یقاتلون علی الحق ظاھرین الی یوم القیامۃ الخ کہ میری اُمت کا ایک گروہ ہمیشہ ایسا موجود رہیگا جس نے حق کی حمایت میں اپنی جانوں کو وقف کر رکھا ہوگا اور اس مدعا میں کامیابی اس کے شامل حال رہیگی اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہیگا۔

اس حدیث میں آنحضرت صلعم نے اپنی اُمت کا قیامت تک رہنا فرمایا ہے جو اس بات کی صاف

دلیل ہے کہ اب قیامت تک اسی اُمت اور اسی شریعت کا زمانہ ہے۔ کوئی نئی شریعت نہیں آئیگی ؛

دوسری حدیث قال رسول اللہ صلعم کیف تھلک امۃ انا اولھا وعیسی ابن مریم آخرھا (کنز العمال) کہ وہ اُمت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے۔ جسکے اوّل میں مَیں ہوں اور عیسیٰ ابن مریم اسکا آخر ہے اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ یہ اُمت قیامت تک ہلاک نہیں ہو سکتی۔ دلیل یہ ہے کہ اسکے اوّل میں رسول کریم صلعم ہیں اور آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پس جس اُمت کی باگ ڈور دو بزرگ نبیوں کے ہاتھ میں ہو جو ایک اوّل میں ہو اور دوسرا آخر میں وہ کیونکر ہلاک ہو سکتی ہے ؛

تیسری حدیث قال رسول اللہ صلعم انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم الخ کہ میں آخری نبی ہوں اور تم آخری اُمت ہو۔ یعنی اب قیامت تک میرا ہی زمانہ ہے۔ میری اُمت اور شریعت قیامت تک رہیگی۔ کوئی نئی اُمت پیدا نہیں ہوگی۔ مسیح موعود عیسیٰ ابن مریم بھی میری ہی شریعت کے متبع ہوں گے ؛

کتب عہد عتیق و جدید میں بھی قرآن کے متعلق پیشگوئی ہے کہ قرآن ہمیشہ رہیگا کبھی منسوخ نہ ہوگا۔ جیسا کہ یوحنا فقیہہ کے مکاشفے کے چودھویں باب میں ہے :-

"پھر مَیں نے ایک اور فرشتے کو آسمان کے بیچ میں اُڑتے ہوئے دیکھا جسکے پاس زمین کے رہنے والوں کی ہر قوم اور قبیلے اور اہل زبان اور اُمت کے لئے ابدی انجیل (یعنی خوشخبری) تھی اور اُسنے کہا کہ خدا سے ڈرو اور اسکی تمجید کرو کیونکہ اُسکی عدالت کا وقت آپہنچا ہے اور اسی کی عبادت کرو جسنے آسمان و زمین اور سمندر اور پانی کے چشمے پیدا کیئے" ؛

پھر دوسری جگہ مکاشفہ باب ۵ میں اس ابدی بشارت کا اسطرح ذکر ہے۔ "اور مَیں نے اسکے ہاتھ میں جو تخت پر بیٹھا تھا ایک کتاب دیکھی جو اندر اور باہر لکھی ہوئی اور سات مہریں سے بند کی تھی" یہ سات مہریں الحمد شریف کی سات آیتیں ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں ہے ولقد آتینٰک سبعًا من المثانی والقرآن العظیم ؀ کہ ہم نے تجھیں سبع مثانی (سات آیتیں الحمد کی

جو بار بار نماز وغیرہ میں پڑھی جاتی ہیں) اور قرآن عظیم عطا کیا ۔

۔ انجیل ابدی نہ تھی اس لئے حضرت مسیحؑ نے کہا کہ "ابھی کچھ اور باتیں ہیں جن کی تمہیں برداشت نہیں" یہ صاف اس بات کا اقرار ہے کہ انجیل نامکمل ہے لہذا عیسائیوں کی انجیل ابدی نہیں ہو سکتی ہاں روح حق جو اسکے بعد آئیگی وہ "ہمیشہ کے لئے ہوگی" یعنی ابدی قیامت تک کے لئے ہوگی کیونکہ اسکے متعلق ارشاد ہے الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی الخ

پس بہائیوں کا دعویٰ کہ شریعت اسلام منسوخ ہوگئی ان مندرجہ بالا دلائل کے سامنے ہباء منثورا ہو گیا۔

ولنعم ماقیل

وباقٍ شرعہٗ فی کلّ وقتٍ ۔ الیٰ یوم القیامۃ وارتحالٖ

مکفرین مسیح موعودؑ کے چند اعتراضات مع جوابات

انبیاءؑ کی جماعت ہے احد

خدا تعالیٰ کی پاک کتاب قرآن مجید کے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دنیا میں ایک نہیں دو نہیں بلکہ ہزارہا انبیاءؑ اور مرسلین مبعوث ہوئے۔ اور کوئی قوم اور جماعت یا امت ایسی نہیں۔ جسمیں کسی نہ کسی وقت ایک مرسل اور نذیر اور نبی نہ آیا ہو۔ چنانچہ ان تمام مقدس ہستیوں اور پاک وجودوں کی آمد ایک ہی نہج اور ایک ہی طریقہ پر واقع ہوئی ہے۔ سب کا مقصد اور مدعا یہی تھا۔ کہ وہ لوگوں کو خدائے واحد کی طرف توجہ دلائیں۔ بلکہ ان لوگوں کے ویران قلوب جنہوں نے خدا تعالیٰ کی یاد کو گلدستہ طاق نسیان بنا دیا تھا۔ اسکی یاد سے معمور ہوں۔ اور اسی کی محبت کے نشہ میں مخمور رہیں۔ اور بتوں وغیرہ مادی اشیاء کے آگے جبہ سائی کرنے اور سربسجود ہونیکی بجائے اپنے واحد مالک و خالق و رازق کے آگے عجز و انکسار اور فروتنی اور اخلاص سے اپنی گردنیں جھکائیں۔ اور ضلالت و غوایت کے بے پایاں اور بیکنار مہیب و خوفناک جنگلات میں بحالت شدت عطش متہیم و سرگردان پھرنے کی بجائے حقیقی ہدایت کے چشمہ شیریں سے سیراب ہوں۔ پس جبکہ تمام انبیاء اور مرسلین کی بعثت کی غرض و غایت اور مقصد اعظم واحد ہے۔ تو یہ ایک ضروری اور لابدی امر ہے۔ کہ سب کی آمد ایک ہی

طرز اور ایک ہی طریق پر واقع ہو۔ اور جو معاملات اور واقعات و سانحات ایک کو پیش آئیں وہی دوسروں کو بھی پیش آویں۔ اور جن دلائل و براہین سے ایک نبی کی صداقت و حقانیت ثابت ہو۔ انہی سے دوسروں کی بھی صداقت ظاہر و باہر ہو۔ اسی مفہوم کو خدا تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ کہ قل ماکنت بدعا من الرسل ( ) کہ اے رسول تو لوگوں سے کہدے کہ میں کوئی نیا رسول نہیں آیا۔ اور نہ کسی انوکھی طرز پر مبعوث ہوا ہوں۔ کہ تمہیں میرے صادق و راستباز ہونے میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش ہو جیسے پہلے انبیاءؑ آتے رہے۔ ویسے ہی میں آیا ہوں۔ جن دلائل سے تم نے انکو صادق و راستباز مانا ہے۔ انہی دلائل سے تم میری صداقت بھی معلوم کر سکتے ہو۔ مگر عوام کی حالت پر افسوس ہے۔ کہ وہ اپنے وقت کے نبی کا انکار کر دیتے ہیں۔ اور راندۂ درگاہ الٰہی ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اس ایک نبی کا انکار صرف اسی کا انکار نہیں ہوتا۔ بلکہ تمام انبیاءؑ کا انکار سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے جو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کذبت قوم نوح المرسلین اور کذبت قوم لوط المرسلین کہ حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی قوموں نے تمام مرسلوں اور نبیوں کی تکذیب کی۔ حالانکہ قوم نوحؑ نے نوحؑ کی اور قوم لوطؑ نے صرف حضرت لوطؑ کی تکذیب کی تھی۔ مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ انہوں نے تمام رسولوں کی تکذیب کی۔ کیونکہ وہ سب ایک ہی مشن لیکر آئے۔ اور ایک ہی طرز پر مبعوث ہوئے تھے۔

الکفر ملۃ واحدۃ

پھر جس طرح کہ انبیاء اپنے افعال و اعمال و اقوال اور اخلاق و اذواق اور اغراض و مقاصد میں متحد ہوتے ہیں ویسے ہی کفار اور منکرین انبیاء بھی اپنی مخالفتوں اپنی شرارتوں اور خباثتوں اور اپنے مکروں اور منصوبوں اور فریبوں اور اپنے حیلوں اور تدبیروں اور بیہودہ اعتراضات کرنے میں ایک ہی رنگ میں رنگین اور تشابہت قلوبھم کی تفسیر مبین ہوتے ہیں۔ انکے اعتراضات پر غور و فکر اور تدبر و تفکر اور تعمق کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انکا مصدر اور منبع اور مخرج ایک ہی ہے۔

مایقال لک الا ما قد قیل للرسل من قبلک

خدا تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ مایقال لک الا ما قد قیل للرسل من قبلک کہ اے رسول تجھے وہی کچھ کہا جاتا ہے۔ جو پہلے رسولوں کو کہا گیا۔ تیرے مکفرین و مکذبین اور معاندین و مخالفین وہی اعتراضات کرتا جو پہلے رسولوں پہ کئے گئے۔ تیری صداقت کی ایک بین و دائم

دلیل ہے۔ کیونکہ اگر تو رسول نہ ہوتا۔ تو مخالفین تجھ سے ایسا برتاؤ اور ایسا معاملہ نہ کرتے جیسا کہ وہ پہلے رسولوں سے کرتے رہے ہیں۔

اس آیت میں خدا تعالیٰ نے حقائق اشیاء کے جاننے کیلئے اس اصول کی طرف انسان کی توجہ کو منعطف کیا ہے۔ کہ جس قسم کا کسی کے ساتھ معاملہ کیا جائیگا۔ تو اس معاملہ سے اسکی اصل حقیقت معلوم ہوجائیگی مثلاً ایک شخص کو اگر ہم ایسی حالت میں دیکھیں کہ اسکے پاؤں میں بیڑیاں اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور گردن میں زنجیروں کے اطواق پڑے ہوئے ہیں۔ اور چند سپاہی اسکے ارد گرد پہرہ دے رہے ہیں تو ہم یقین کرینگے کہ یہ شخص مجرم ہے۔ اسی طرح ایک شخص کو کورٹ میں وکیلوں کی طرح جرح کرتے اور دوسرے کے مقدمہ میں دخل دیتے ہوئے اور فریق مخالف سے سوالات وغیرہ کرتے ہوئے دیکھ کر جان لینگے کہ یہ شخص وکیل ہے۔ اسی طرح جس مدعی رسالت کے متعلق ہمیں معلوم ہو۔ کہ اس سے انبیاء جیسا سلوک کیا گیا ہے۔ اور اسپر ایسے اعتراضات کیئے گئے ہیں جو باقی انبیاء پر بھی پڑتے ہیں۔ تو یقیناً تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ وہ شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اپنے دعویٰ میں ویسے ہی صادق ہے۔ جیسا کہ دوسرے انبیاء و رسل کیونکہ اگر ان اعتراضات کو جو اسپر کیئے گئے ہیں صحیح اور درست مانا جائے۔ تو اس سے سب انبیاء کا بھی دعوے باطل ثابت ہوتا ہے۔

اب ہم اسی اصول اور معیار کو لیکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السّلام کے دعویٰ پر ایک نظر ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں۔ کہ آپکے مکذبین و مکفرین نے آپ اور آپکی جماعت کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اور کیسے اعتراض کیئے۔ اگر تو انکے اعتراضات پہلے رسولوں اور انبیاءؑ کے مکفرین و مکذبین کے اعتراضوں سے ملتے جلتے ہیں یا بر تقدیر صحت متفقہ مسلمہ انبیاء کے دعاوی کی بھی تکذیب لازم آتی ہے۔ تو آپکے صدق دعویٰ میں کسی قسم کا کلام نہیں ہو سکتا۔ اور اگر انکے اعتراضات محققانہ اور مدققانہ اور لاجواب ہوں اور ان سے آپکا دعویٰ باطل ثابت ہو۔ تو پھر آپکے مکذبین و مکفرین صادق اور راستباز ہونگے۔ چنانچہ ہم بطور نمونہ مشتے از خروارے مکفرین مسیح موعودؑ کے چند اعتراضات مع جوابات بطور مکالمہ ذیل میں درج کرتے ہیں

غیر احمدی۔ اے حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ مسیحیت باطل ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر بجسدہ العنصری زندہ موجود ہیں اور وہی دوبارہ تشریف لائینگے۔

احمدی۔ قرآن مجید سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات ثابت ہے۔ اور یہ اعتراض بالکل ویسا ہی ہے جو یہود نے مسیح ناصریؑ پر کیا تھا۔ کہ ۲ سلاطین ۲/۱۱ میں لکھا ہے:۔

"ایلیاء بگولے میں ہو کر آسمان پر جاتا رہا"۔ اور ملاکی نبی کی کتاب کے باب ۴ میں مذکور ہے۔

"سو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاء نبی کو تمھارے پاس بھیجونگا"۔

مگر جب یہود نے مسیحؑ سے کہا کہ آپ اپنے دعویٰ میں صادق اور راستباز نہیں ورنہ بتاؤ کہ وہ ایلیاء کہاں ہے جس کے آنیکا وعدہ ملاکی نبی کی کتاب میں کیا گیا ہے تو آپ نے جواب دیا۔

"سب نبیوں نے توریت اور یوحنا تک نبوت کی چاہو تو مانو ایلیاء جو آنیوالا تھا وہ یہی ہے" (متی ۱۱)

پس حضرت عیسیٰؑ نے انکے خیال کی تردید کی اور کہا کہ آسمان پر کوئی نہیں گیا۔ اور اسکی آمد ثانی سے مراد اسکے بروز اور مثیل کا آنا ہے۔ پس اسی طرح مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ کہ مسیح آسمان پر نہیں گیا۔ اور اسکے دوبارہ نزول سے مراد مثیل کا آنا ہے۔

غیر احمدی) ۲ اچھا کیا اُمت کی اصلاح کے لئے مرزا صاحب ہی رہ گئے تھے اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔

احمدی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون رسول بنائے جانے کے قابل ہے۔ اور پھر فرمایا واللہ یختص برحمتہ من یشاء خدا جسکو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے۔ تم کوئی خدا تعالیٰ کے فضل کے ٹھیکیدار یا اصلاح کا ذمہ تو نہیں، جس کو چاہے وہ اپنے فضل سے چن لے۔ یہی اعتراض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اہل مکہ نے کیا تھا۔ وقالوا لولا نزل ھذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم (زخرف) یعنی ان مشرکین اور منکرین نے کہا کہ یہ قرآن مکہ اور طائف دو عظیم الشان شہروں میں سے کسی بڑے معزز آدمی پر کیوں نہ اتارا گیا۔ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی نبی بننے کے قابل رہ گئے تھے۔ کوئی بڑا آدمی ہونا چاہیئے تھا۔

غیر احمدی۔ ۳ مرزا صاحب تو پرانی باتیں چھوڑ کر نئی نئی باتیں سکھاتے ہیں۔ اور پرانا دین چھوڑا کر نیا دین منواتے ہیں۔ ہم تو وہی مانیں گے جو ہمارے پہلے بزرگ لکھ چکے ہیں۔

احمدی۔ نیا دین کوئی نہیں منواتے لوگ بدعتوں کو دین سمجھ بیٹھے تھے۔ آپ نے بدعتوں کو نکالا اور

اصل اسلام لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ کیا آپکو علم نہیں کہ ابراہیمی ملت کے دعویدار مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کو کیا جواب دیا تھا انہوں نے کہا تھا۔ بل نتبع ما الفینا علیہ آباءنا (سیقول) کہ ہم تو اپنے قدیم آبائی مذہب کو نہیں چھوڑ سکتے۔ جو ہمارے پہلے بزرگ کرتے رہے وہی کرینگے۔ پھر انہوں نے کہا کہ ما سمعنا بھذا فی الملۃ الآخرۃ ان ھذا الا اختلاق (ص ع) ہم نے تو یہ نئی بات اپنے پچھلے مذہب میں کبھی سنی نہیں یہ تو اس کی اپنی من گھڑت جھوٹ موٹ بات بنائی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

غیر احمدی۔ عک۔ مرزا صاحب نے تو پہلے انبیاء جیسے معجزات نہیں دکھائے۔ اگر نبی تھے تو انکو چاہیئے تھا کہ وہ پہلے انبیاء جیسے معجزات دکھاتے۔ مثلاً مُردہ زندہ کرکے دکھا دیتے تو ہم مان لیتے۔

احمدی۔ مشرکین مکہ نے بھی یہی کہا تھا۔ بل قالوا اضغاث احلام بل افتراہ بل ھو شاعر فلیأتنا بآیۃ کما ارسل الاولون (انبیاء ع) یعنی منکرین آنحضرتؐ نے قرآن کے جادو کہنے پر ہی بس نہ کیا۔ بلکہ کہنے لگے۔ کہ یہ تو پریشان خیالات کا مجموعہ ہے۔ (پھر اگر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے) کہ اس نے یہ جھوٹ موٹ اپنے دل سے باتیں بنا لی ہیں۔ بلکہ یہ شخص تو شاعر ہے۔ (اور اگر واقع میں پیغمبر ہے) تو جس طرح اگلے پیغمبر (معجزوں کے ساتھ) بھیجے گئے۔ اسی طرح یہ بھی کوئی معجزہ (جیسا ہم کہیں) ہمارے سامنے لے آئے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے بھی عصا کا سانپ بنا کر۔ ید بیضاء اور سمندر کا پھاڑنا اور پرندے بنانا وغیرہ معجزات نہیں دکھائے تو کیا اس سے یہ ثابت ہوگا کہ نعوذ باللہ آپ سچے نبی نہیں تھے۔ اور اگر کہو کہ جو ہم معجزہ مانگیں وہ دکھایا جائے تو منہ مانگے معجزات تو کسی نبی نے بھی نہیں دکھائے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وما کان لرسول ان یأتی بآیۃ الا باذن اللہ (مومن ع) کہ کسی رسول کی طاقت میں نہیں کہ وہ بغیر اذن الٰہی کوئی نشان دکھا سکے۔ سوچو تو سہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار اور مشرکین نے کہا تھا کہ ہم تو اسوقت تک تم پر ایمان لانیوالے نہیں۔ کہ جبتک تم یا تو ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ بہا نکالو۔ یا تمھارا کوئی کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو جسکے بیچ بیچ میں تم بہت سی نہریں جاری کر دکھاؤ۔ یا اپنے قول کے مطابق آسمان کے ٹکڑے ہم پر لا گراؤ۔ یا خدا اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کھڑا کرو۔ یا کوئی

تمھارا طلائی گھر ہو۔ یا آسمان پر چڑھ جاؤ۔ اور جبتک خدا کے ہاں سے ایک کتاب اُتار کر نہ لاؤ جسے ہم پڑھ بھی لیں۔ تب تک ہم تمھارے آسمان پر چڑھنے کو باور کرنیوالے نہیں۔ ان تمام مطالبات کا خدا تعالیٰ جواب دیتا ہے۔ قل سبحان ربّی ھل کنت اِلّا بشراً رسولًا (بنی اسرائیل ع) کہ اے رسول تو ان سے کہدے کہ خدا تعالیٰ اپنا قانون توڑنے سے پاک ہے۔ میں تو صرف ایک بشر رسول ہوں۔

اسی طرح یہود نے کہا تھا۔ ان اللہ عھد الینا الّا نؤمن لرسول حتّٰی یأتینا بقربان تأکلہ النار قل قد جاءکم رسل من قبلی بالبینات وبالذی قلتم فلم قتلتموھم ان کنتم صادقین (اٰل عمران ع۱۹) کہ اللہ نے ہم سے کہ رکھا ہے۔ کہ جبتک کوئی پیغمبر ہمارے پاس کوئی ایسی قربانی کا معجزہ لاکر نہ دکھلائے۔ کہ جسکو آگ چٹ کر جائے۔ تب تک ہم اس پر ایمان نہ لائیں۔ اے رسول تو کہدے۔ کہ مجھ سے پہلے بہت سے پیغمبر تمھارے پاس کُھلی کُھلی نشانیاں لائے۔ اور جس نشانی کی تم اب فرمائش کر رہے ہو۔ وہ بھی لائے۔ پس اگر تم اپنے دعویٰ میں صادق ہو تو بتاؤ پھر تم انکے قتل کے درپے کیوں ہوئے تھے۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ معجزہ لوگ طلب کریں اسکا دکھانا ضروری نہیں ہے۔

غیر احمدی۔ مرزا صاحب نے تو نبی ہونیکا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تو کوئی نبی نہیں آسکتا۔

احمدی۔ یہی عقیدہ پہلے انبیاءؑ کے وقت میں بھی لوگوں کا رہا ہے۔ مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق انکے متبعین کا یہی خیال تھا کہ لن یبعث اللہ من بعدہٖ رسولًا (مومن ع) کہ اب انکے بعد خدا تعالیٰ کسی رسول کو نہیں بھیجیگا۔ حالانکہ انکے بعد حضرت موسیٰؑ وداؤد وسلیمان وعیسیٰ علیہم السلام وغیرہ بہت سے انبیاءؑ مبعوث ہوئے۔ پھر یہی عقیدہ آنحضرتؐ کے وقت بھی موجود تھا جیسا کہ سورہ جن ع میں جنّوں کا بیان ہے۔ کہ وظنوا کما ظننتم ان لن یبعث اللہ احداً۔ کہ اے جنّو جیسے تم نے یہ خیال کیا تھا کہ اب خدا تعالیٰ کسی کو مبعوث نہیں کریگا۔ ویسے ہی انسانوں کا بھی یہی خیال تھا۔ پس جیسے ان لوگوں کے خیالات انبیاءؑ کے آنے سے باطل ثابت ہوئے۔ ویسے ہی یہ خیال کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دروازہ نبوّت بکلی مسدود ہے فاسد ہے۔

غیر احمدی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جبرئیل نازل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا باب وحی مسدود ہے اور الہام نبوت بند۔

احمدی ۔ کسی شخص پر بذریعہ الہام کثرت امور غیبیہ کے اظہار کا نام نبوت ہے۔ اگر الہام جاری ہے۔ اور خدا تعالیٰ کثرت سے امور غیبیہ پر اطلاع دے سکتا ہے۔ تو نبی بھی آسکتا ہے۔ اگر کہو الہام کا دروازہ ہی بالکل بند ہے۔ اور اب خدا تعالیٰ کسی کو الہام سے مشرف نہیں کرتا۔ تو یہ بعینہٖ آریوں کا عقیدہ ہے۔ وہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ویدوں کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ الہام کا دروازہ مسدود ہے دوسرے اللہ تعالیٰ کا کلام نہ کرنا اسکی عدم الوہیت اور عدم معبودیت کی دلیل ہے چنانچہ قوم موسیٰ کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔ الم یروا انہ لا یکلمھم ولا یھدیھم سبیلا اتخذوہ وکانوا ظالمین (اعراف ع) کیا انہوں نے یہ خیال نہ کیا۔ کہ وہ ان سے کلام بھی نہیں کرتا اور نہ انکو رستہ دکھا سکتا ہے۔ انہوں نے اس بچھڑے کو مشرکانہ حالت میں معبود بنایا۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے موجود ہونے کا قطعی ثبوت الہام ہے اور اسی سے اعلیٰ درجہ کی محبت بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

بن دیکھے کس طرح کسی مہ رخ پہ آئے دل ؎ کیونکر کوئی خیالی صنم سے لگائے دل

دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی ؎ حسن و جمال یار کے آثار ہی سہی

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے الہامی کتب لکھیں اور تمام بلاد عرب۔ و ایران مصر و ہندوستان وغیرہ کے علماء اور فضلاء کو بالمقابل لکھنے کے لئے بلایا۔ مگر کسی کو تاب مقاومت نہ ہوئی۔ اور جواب لکھنے کی بجائے وہی بیہودہ اور لایعنی غیر معقول باتیں بنائیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کفار و مشرکین نے بنائی تھیں۔ مثلاً کہا:۔

غیر احمدی ۔ اگر ہم چاہیں تو ایسی کتابیں بنا سکتے ہیں۔ مگر ہمیں ایسی فضول باتوں کے جواب دینے میں وقت ضائع کرنیکی کیا ضرورت ہے۔

احمدی ۔ مشرکین مکہ نے بھی یہی کہا تھا قالوا قد سمعنا لو نشاء لقلنا مثل ھٰذا ان ھٰذا الا اساطیر الاولین (انفال ع) اور انہوں نے کہا کہ ہم نے سن لیا ہے اگر ہم چاہیں۔ تو ہم بھی ایسی باتیں کہہ سکتے ہیں۔ مگر (ہمیں ایسی فضول باتوں کے جواب دینے میں وقت ضائع کرنیکی کیا ضرورت ہے) اسمیں سوائے گذشتہ لوگوں کے قصے کہانیوں کے رکھا کیا ہے

کہ ہم اس کے جواب دینے کی طرف ملتفت ہوں۔

غیر احمدی ۔ ۸۔ اپنے پاس عرب رکھا ہوا ہے۔ اس سے عربی کتب لکھوا کر اپنے نام سے شائع کر دیتے ہیں۔

احمدی ۔ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں کفّار کے متعلق فرماتا ہے:۔ ولقد نعلم انھم یقولون انما یعلمہ بشر (نحل ع ۱۴) اور ہم بیشک جانتے ہیں کہ وہ قرآن مجید کی نسبت یہ اشتباہ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ اس شخص کو یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فلاں آدمی سکھاتا ہے۔ پھر فرماتا ہے وقال الذین کفروا ان ھذا الا افک افتراہ واعانہ علیہ قوم اٰخرون فقد جاؤ ظلما وزورا (فرقان ع ۱) کفار نے کہا۔ کہ یہ تو نرا جھوٹ ہے جسے اس نے از خود بنا لیا ہے۔ اور دوسرے لوگوں نے بھی اس میں اسکی مدد کی ہے۔ ایسی بات کہنے سے یہ لوگ بڑے ہی ظلم اور سرتاسر جھوٹ کے مرتکب ہوئے ہیں۔

غیر احمدی ۹۔ مرزا صاحب نے مقامات حریری وغیرہ کتب سے عبارتیں چرا چرا کر کتابیں لکھی ہیں۔

احمدی ۔ یہی اعتراض عیسائیوں نے قرآن مجید پر کیا ہے۔ کہ قرآن مجید بائیبل کی نقل ہے۔ اور آریوں نے کہا ہے کہ قل ھو اللہ احد اور سورہ فاتحہ وغیرہ سورتیں ویدوں کے نقل کی گئی ہیں ہاں مشرکین مکہ نے بھی کہا۔ وقالوا اساطیر الاولین اکتتبھا فھی تملی علیہ بکرۃ واصیلا (فرقان ع ۱) اور کفار نے یہ بھی کہا۔ کہ قرآن تو اگلے لوگوں کی سٹوریاں اور قصے کہانیاں ہیں جن کو اس شخص نے کسی سے لکھوا لیا ہے۔ اور وہی صبح و شام اسکو پڑھ پڑھ کر سنائے اور یاد کرائے جاتے ہیں۔

غیر احمدی ۱۰۔ مرزا صاحب نے پیغام صلح لکھا تھا مگر لوگوں تک پہنچانے سے پیشتر وفات پا گئے۔

احمدی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی اصلاح اور امن کو قائم کرنیکے لئے ایک لشکر تیار کیا تھا جس کا سپہ سالار اور علمبردار اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بنایا تھا۔ مگر آپ لشکر کو روانہ نہ کرنے پائے تھے کہ وفات پا گئے۔

غیر احمدی ۱۱۔ مرزا صاحب تو عدالتوں میں گھسیٹے پھرے اور ساری عمر مقدمات میں گذاری۔

احمدی۔ مسیح ناصری بھی عدالتوں میں گھسیٹے پھرے اور قید خانہ میں بھی رہے اور آخر صلیب پر بھی لٹکائے گئے پھر حضرت یوسف علیہ السلام عدالتوں میں گھسیٹے پھرے۔ اور آخر فلبثت فی السجن بضع سنین چند سال تک قید خانہ میں بھی رہنا پڑا۔

غیر احمدی :۔ مسیح ناصری یا حضرت یوسف علیہما السلام کو اگر عدالت میں جانا پڑا تو اس لئے کہ دوسروں نے انپر مقدمات چلائے۔

احمدی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی دوسرے لوگوں کے مقدمات کرنے کی وجہ سے ڈیفنس کے لئے گئے۔ آپنے خود کسی پر کوئی دعویٰ نہیں کیا۔

غیر احمدی :۔ کرم دین جہلمی کے مقدمہ میں جب مرزا صاحب کے خلاف فیصلہ ہوا تو آپنے اپیل کی تھی یا نہیں۔

احمدی۔ جب شاہ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانہ سے بلوانے کے لئے ایک شخص کو بھیجا۔ تو انہوں نے وما بال النسوۃ التی قطعن ایدیھن کے الفاظ میں اپیل کی تھی یا نہیں۔ چنانچہ آپکی وہ اپیل منظور ہوئی اور تحقیقات سے معلوم ہوا کہ آپ کا جرم نہیں عورت ہی قصوروار ہے۔ اور جبتک آپکی بریت نہ ہوئی آپ قید خانہ سے باہر نہ آئے۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بھی اپیل منظور ہوئی اور آپ اپنے الہام کے مطابق کہ عدالت عالیہ سے بری کیا جائیگا۔ بری ثابت ہوئے اور کرم دین فریق مخالف قصوروار ثابت ہوا۔

غیر احمدی ۱۲۔ آپنے گورنمنٹ کی ملازمت کی۔

احمدی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی شاہ مصر کی ملازمت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند قراریط (قیراط درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے) پر مشرکین مکہ کی ملازمت کی اور ان کی بکریاں چراتے رہے۔ چنانچہ الفاظ یہ ہیں۔ وانا کنت ارعاھا لاھل مکۃ بالقراریط (ابن ماجہ ملا مطبوعہ مصر)

غیر احمدی ۱۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل دعوئ نبوت بکریاں چرائیں۔

احمدی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی قبل دعوئ مسیحیت و مہدویت ملازمت کی تھی۔

غیر احمدی ۱۴۔ غیر مسلم گورنمنٹ کے ماتحت زندگی بسر کی اور اسکے قانون پر چلے۔

احمدی۔ خلاف شریعت تو آپنے کوئی کام نہیں کیا۔ گورنمنٹ کی اگر اطاعت کی۔ اور اس کے قوانین کی پابندی تو بحکم آیت و اولی الامر منکم۔ حضرت یوسفؑ اور حضرت عیسیٰؑ نے بھی اپنے وقت کے بادشاہوں کی اطاعت کی بغاوت نہیں کی۔ خدا تعالیٰ حضرت یوسفؑ کے متعلق فرماتا ہے وما کان لیأخذ اخاہ فی دین الملک کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائی کو شاہی قانون کے مطابق نہیں رکھ سکتے تھے۔ اور حضرت یوسفؑ قانون شکن نہ ہونیکی وجہ سے اپنے پاس نہ رکھتے مگر خدا تعالیٰ نے اسکے رہنے کی مناسب تدبیر کر دی۔

اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام بھی جس علاقہ یا شہر میں مقیم تھے۔ وہاں کی گورنمنٹ کے قوانین کی پابندی کرتے تھے جیسا کہ قرآن مجید سے ظاہر ہوتا ہے جب فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر گئے۔ تو سرکاری آدمی بھی انکے پیچھے پہنچ گئے۔ اور حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ اولم ننھک عن العالمین کہ کیا تجھے یہاں کا قانون معلوم نہیں تھا اور ہم نے تجھے پہلے سے منع نہیں کیا ہوا تھا کہ اس شہر میں اجنبی آدمی لانے کی اجازت نہیں۔ اگر کسی قسم کا کوئی دنگہ یا فساد واقع ہو جائے تو اس کا ذمہ وار کون ہوگا۔ تو آپنے فرمایا کہ یہ میرے مہمان ہیں مجھے انکی حاضری میں بسوا دیجئے قال ھؤلاء بناتی ھن اطھر لکم ان کنتم فاعلین۔ فرمایا کہ یہ میری بیٹیاں ہیں۔ وہ تمہارے لئے زیادہ مناسب ہیں۔ اگر تم کوئی قانونی چارہ جوئی کرنا چاہتے ہو۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسوقت بادشاہوں تک اپنے بیٹے ضمانت میں دیدیا کرتے تھے۔ تو حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ میں اپنی بیٹیاں بطور ضمانت کے دیتا ہوں۔ یہ کسی قسم کا کوئی فساد نہیں کرینگے۔ انہوں نے کہا مالنا فی بناتک من حق کہ تو جانتا ہے۔ کہ قانوناً بیٹیاں بطور ضمانت کے نہیں لیجا سکتیں اس تمام واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام بھی ایسی گورنمنٹ کے ماتحت زندگی بسر کرتے تھے جو انکی اشد ترین دشمن تھی۔

غیر احمدی ۱۵ مرزا صاحب کی بدولت یہ سب طاعون ہیضہ وغیرہ امراض پھیلے ہیں۔ اور دنیا زلزلوں اور قحط وغیرہ سے ہلاک ہوئی ہے۔

احمدی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا اھلھا بالبأساء والضرّاء لعلھم یضرعون (اعراف ع۱۲) کہ ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا۔ مگر ہم نے اسکے اہل کو انواع و اقسام کی تکلیفوں امراض اور قحطوں اور عذابوں میں ماخوذ کیا تاکہ وہ خدا تعالیٰ کے حضور گڑگڑائیں اور زاری کریں پس حضرت مسیح موعودؑ کے بعد ان مصائب کا نزول مطابق آیت وما کنا معذبین حتّٰی نبعث رسولا آپکی صداقت کی بین دلیل ہے۔ یہی بات حضرت موسیٰؑ کو آل فرعون نے کہی تھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولقد اخذنا اٰل فرعون بالسنین ونقص من الثمرات لعلھم یذکرون فاذا جاءتھم الحسنۃ قالوا لنا ھذہ وان تصبھم سیئۃ یطیّروا بموسٰی ومن معہ (اعراف ع۱۶) اور ہم نے فرعون کے لوگوں کو برسوں کی خشک سالیوں اور کمی پیداوار کے عذاب میں مبتلا کیا تاکہ وہ لوگ متنبہ ہوں اور نصیحت پکڑیں۔ مگر جب انکو کوئی فائدہ پہنچتا تو کہتے یہ ہمارا حق ہے۔ اور اگر ان پر کوئی مصیبت آتی تو موسیٰؑ اور انکے ساتھیوں کی نحوست سمجھتے۔ اسی طرح سورہ یٰس ع۲ میں ہے۔ قالوا انا تطیّرنا بکم لئن لم تنتھوا لنرجمنکم ولیمسنکم منا عذاب الیم۔ کفار رسولوں سے کہنے لگے کہ ہم نے تو تم کو بڑا ہی منحوس پایا۔ (کہ تمہارے آتے ہی مبتلائے قحط وغیرہ ہوگئے) اگر تم اپنے وعظ و نصیحت سے) باز نہیں آؤگے۔ تو ہم تم کو ضرور سنگسار کردینگے۔ اور ضرور تم کو ہم سے بڑی سخت تکلیف پہنچیگی۔

غیر احمدی ۱۶ مرزا صاحب گیہوں کی پتلی روٹی کھاتے رہے۔ اور کباب اور زردہ سالہ پلاؤ کھانے سے مُنہ نہ پھیرا۔ جس طرح دنیادار لوگ اعلیٰ اعلیٰ اقسام کے لذیذ کھانے کھاتے ہیں آپ بھی کھاتے رہے اور ٹھنڈے پانی پیتے رہے۔

احمدی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا (مومنون ع۳) کہ اے رسولو تم اعلیٰ سے اعلیٰ پاکیزہ کھانے کھاؤ اور نیک اعمال بجا لاؤ۔ یہی کھانیکا الزام کفار مکہ نے بھی دیا وقالوا مال ھٰذا الرسول یأکل الطعام ویمشی فی الاسواق (فرقان ع۱) کفار نے کہا یہ کیسا رسول ہے۔ جو کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے اذ یقول الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا۔ (بنی اسرائیل ع۵) ای کنوا بذالک

من کونہ بشرا یتنفس ویأکل ویشرب لا یمتاز عنہم بشیء یقتضی اتباعہ (روح المعانی)
جب ظالم کہتے تھے کہ تم تو ایک ایسے آدمی کی پیروی کرتے ہو۔ جو سانس لیتا اور کھاتا پیتا ہے اور وہ ان سے کسی صورت میں بھی ممتاز نہیں ہے جس سے مستحق اتباع ہو۔

اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام کے متعلق بھی کافروں نے یہی کہا۔ ماھٰذا الا بشر مثلکم یأکل مما تأکلون ویشرب مما تشربون (مومنون ع) (اس کی قوم کے سرداروں نے کہا) یہ تو بس تم ہی جیسا آدمی ہے۔ جو کھانا تم کھاتے ہو اسی قسم کا کھانا یہ بھی کھاتا ہے۔ (اگر تم کباب یا زردہ یا پلاؤ کھاتے ہو۔ تو یہ بھی کباب اور پلاؤ اور زردہ کھاتا ہے) اور جس قسم کا پانی تم پیتے ہو۔ اسی قسم کا پانی یہ بھی پیتا ہے۔ پھر تم میں اور اسمیں فرق کونسا ہے۔

اب تین چار باتیں انکے سلوک اور رواداری کی لکھتا ہوں۔ کہ یہ کس قسم کا سلوک احمدی جماعت سے کرتے ہیں۔

غیر احمدی۔ مرزائی سمجھائے تو سمجھتے نہیں جس طرح ہو سکے انہیں اپنے گھروں سے نکال دینا چاہیئے۔ اور انسے بالکل مقاطعہ کر لینا چاہیئے۔ انکے ساتھ کھانا پینا۔ بیٹھنا چلنا پھرنا چھوڑ دینا چاہیئے۔ انسے نہ کوئی چیز لینی چاہیئے نہ انکو دینی چاہیئے شاید اسی طرح سمجھ جائیں اور راہ راست پر آجائیں۔

احمدی۔ یہی سلوک منکرین و مکذبین مرسلین انبیاءؑ اور انکی جماعتوں سے کرتے رہے ہیں۔ مثلاً حضرت شعیبؑ کے مکذبین نے کہا۔ لنخرجنك یا شعیب والذین اٰمنوا معك من قریتنا او لتعودن فی ملتنا۔ قال اولو کنا کارھین (اعراف ع)

کہ اے شعیب ہم تجھ کو اور جو تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں انکو اپنی بستی سے نکال کر رہینگے۔ یا تم لوگ (چار و ناچار) ہمارے مذہب میں آ ؤ گے۔ حضرت شعیبؑ نے کہا۔ کیوں جی اگرچہ ہم (تمھارے دین کو دل سے) ناپسند کرتے ہیں۔ (پھر بھی زبردستی تمھارے مذہب میں آملیں۔ اسی طرح جب کفار اور مشرکین مکہ کی تمام کوششیں اور مساعی ناکام ثابت ہوئیں اور لوگوں کو مسلمان ہونے سے روک نہ سکے تو انہوں نے جسمانی طور پر تکالیف دینی شروع کیں اور صحابہؓ سے بائیکاٹ کر دیا اور تمام کھانے کی اشیاء انکے پاس جانے سے روک دیں۔ اور شعب ابی طالب میں انہیں

جا کر رہنا پڑا درختوں کے پتوں پر گذارہ کیا پس حدود ان انبیاءؑ کا آخری ہتھیار بائیکاٹ اور مقاطعہ ہی ہوتا ہے۔

غیر احمدی ۱۸۔ احمدیوں کو اپنی مسجدوں اور مجمعوں میں شریک نہیں ہونے دینا چاہیئے۔

احمدی۔ یعنی یہودیوں کا طریق اختیار کرنا چاہیئے جس طرح وہ مساجد سے روکتے تھے اسی طرح یہ بھی روکیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع مساجد اللّٰہ الآیہ اس شخص سے کون بڑا ظالم ہو سکتا ہے۔ جو خدا کی مسجدوں سے روکتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کا اسمیں ذکر کیا جائے۔ اور اسکی ویرانی کی کوشش کرتا ہے۔

غیر احمدی ۱۹۔ جس طرح یہود نصاریٰ پارسی اور ہندوؤں سے اہل اسلام مذہباً علیحدہ رہتے ہیں۔ اس سے بڑھکر ان قادیانیوں اور مرزائیوں سے دور رہنا چاہیئے۔

اور مرتضےٰ حسن دیوبندی کہتا ہے۔ کہ:۔

"موجودہ وقت میں ہم مسلمان تمام دنیا کے لوگوں سے خواہ وہ آریہ ہوں یا دیو سماجی یا عیسائی یا یہودی صلح کر سکتے ہیں۔ لیکن احمدیوں سے صلح ہرگز نہیں کر سکتے"

پھر کہتا ہے:۔

"احمدی لوگ کافر ہیں۔ مسلمانوں کا ہندوؤں اور عیسائیوں سے اتفاق ہو سکتا ہے۔ وہ ان سے اچھے ہیں۔ مگر انسے نہیں ہو سکتا یہ سب کافر ہیں اور انکے کفر کی وجہ بھی دریافت کرنیوالا کافر ہے" (وکیل ۳ / مئی ۱۹۲۳ء)

احمدی۔ اصل وجہ یہ ہے کہ الکفر ملۃ واحدۃ اور "کند ہمجنس باہمجنس پرواز" یہودیوں وغیرہ کے ساتھ کیوں نہ آپ صلح اور اتفاق کریں۔

دیکھو یہی قول آنحضرت صلعم اور صحابہؓ کی نسبت قرآن مجید میں یہود کا لکھا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔ الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتاب یؤمنون بالجبت والطاغوت ویقولون للذین کفروا ھؤلاء اھدیٰ من الذین اٰمنوا سبیلا (نساء ع)

کیا تم نے ان لوگوں کے حال پر نظر نہیں کی جن کو کتاب آسمانی سے ایک حصہ دیا گیا وہ جبت اور طاغوت پر ایمان لاتے ہیں۔ اور کافروں اور مشرکوں کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ بہ نسبت مسلمانوں کے

جو ایمان لائے زیادہ روبراہ ہیں۔

غیر احمدی۔ عنـ۲۰ـ احمدیوں کے جلسہ میں شریک نہیں ہونا چاہیئے۔ اور انکا کوئی رسالہ کتاب نہیں پڑھنی چاہیئے۔ یہی وہ پُرامن طریقہ ہے۔ کہ جسکے ذریعہ سے انکے تمام مخفی زہریلے اثروں سے انسان محفوظ رہ سکتا ہے۔

احمدی۔ بعینہٖ یہی مشرکین و کفار مکہ اپنے ساتھیوں سے کہا کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وقال الذین کفروا لا تسمعوا لهٰذا القرآن والغوا فیه لعلکم تغلبون (حم سجدہ ع)

کفار نے کہا کہ اس قرآن کو تم بالکل نہ سنو۔ (اور اگر انکی مجلس میں جاؤ) تو اسمیں شور ڈالو یعنی دوسروں کو بھی سننے سے روکو (بس یہی وہ پُرامن طریقہ ہے۔ کہ جسکے ذریعہ) تم اُنپر غالب آسکتے ہو۔

مذکورہ بالا اعتراضات میں سے اکثر ایسے ہیں جو غیر احمدیوں کی کتب میں مرقوم ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو غیر احمدیوں کی طرف سے مناظرات میں پیش کیے گئے۔ انکے ایسے اعتراضات اور مذکورہ بالا احمدیوں کے ساتھ سلوک کرنے سے ظاہر ہے۔ کہ غیر احمدی لوگ حق پر نہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے دعویٰ میں صادق اور راستباز ہیں۔ کیونکہ غیر احمدیوں نے جس پہلو کو اختیار کیا ہے وہ وہی پہلو ہے جو مکفرین و مکذبین انبیاء گذشتہ کا رہا ہے۔ مخالفین نے ہرچند کوشش کی۔ کہ آپکی ترقی نہ ہو اور روکیں ڈالیں۔ مگر خدا تعالیٰ کے فضل سے آپکی جماعت بڑھتی گئی۔ دیکھو کفار مکہ نے دروازوں پر پہرہ دار مقرر کیئے۔ کہ کوئی آنحضرت صلعم اور صحابہؓ سے نہ ملے۔ نہ انکی باتیں سُنے اور نہ انکے جلسوں میں کوئی شریک ہو۔ مگر باوجود انکی ہر طرح کی رکاوٹیں ڈالنے کے اسلام چاروں اطراف و اکناف میں پھیل گیا۔ اسی طرح اس وقت کے علماء بھی جو مطابق پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لتتبعن سنن من قبلکم بالکل یہود کے نقش بہ نقش چل رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پیارے مسیح موعودؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کی کتب سے (جو محض اعلائے کلمۃ الحق کے لئے لکھی گئی ہیں) روکتے ہیں مگر یاد رکھیں کہ حق کا روبار صادقاں ہرگز نماند ناتمام ۔ صادقاں را دست حق باشد نہاں در آستیں

امید ہے کہ طالبین حق ہماری اس دلیل کی طرف اپنی توجہ ضرور منعطف کرینگے۔ اور حق بات کو اختیار کرنے کی کوشش کرینگے۔ اور خدا تعالیٰ کی رضاء و خوشنودی کے وارث ہونگے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

لم یبق من النبوۃ الا المبشرات

جولائی کے ریویو میں جناب حافظ جمال احمد صاحب کا ایک مضمون حدیث معنون کی تشریح میں دیکھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ لم مضارع پر داخل ہو کر ماضی منفی میں تحویل کر دیتا ہے اسلئے لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کا منطوق نبی کریمؐ کے بعد کے متعلق نہیں بلکہ واقعہ گذشتہ کا اظہار ہے کہ نبی کریمؐ کی بعثت سے پیشتر فترۃ کا زمانہ تھا وحی نبوۃ اور مخاطبۂ رسالت سے گوش عالم ناآشنا تھا۔ کسی کسی صحیح الفطرۃ کے لئے سچی خوابیں صرف باقی تھیں۔ اور یہ بات کہ نبی کریمؐ کے بعد صرف مبشرات ہی باقی رہ جائینگی نہ اس حدیث سے مقصود ہے نہ محقق"۔ میں اسکے متعلق کوئی مزید تشریح نہیں کرتا۔ ایک ادبی ٹکڑا سناتا ہوں جو شاید مفید ہو۔

قواعد لغت عربی کا بہت بڑا ماہر بلکہ صرف و نحو کا امام عبد اللہ بن ہشام الانصاری مغنی اللبیب اور اوضح المسالک وغیرہ مشہور نحوی کتابوں کا مصنف اپنی کتاب "شرح شذور الذہب" میں لکھتے ہیں۔ اعلم ان المنفی بہا تارۃ یکون انتفاؤہ منقطعاً وتارۃ یکون متصلاً بالحال وتارۃ یکون مستمراً ابداً فالاول نحو قولہ تعالیٰ لم یکن شیئاً مذکوراً۔ ای ثم کان بعد ذلک والثانی نحو ولم اکن بدعائک رب شقیا۔ والثالث نحو لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد"۔ یعنی صرف لم کے ساتھ فعل مضارع مثبت کو جو منفی کیا جاتا ہے تو یہ انتفاء کبھی انقطاعی طور پر ہوتا ہے یعنی انتفاء پہلے تھا اور اب نہیں جیسے لم یکن شیئاً مذکوراً میں ہے انسان کا نہونا پہلے کبھی تھا اور اب نہیں۔ یا متصل بالحال کے طور پر ہوتا ہے یعنی عند الکلام فعلیت منتفی ہوتی ہے قبل اور بعد کا لحاظ نہیں جیسے لم اکن بدعائک رب شقیا میں ہے۔ اور یا ابدی استمراری کے طور پر ہوتی ہے یعنی فعلیت کا انتفاء ازلی ابدی ہو جیسے لم یلد و لم یولد میں۔

اب ظاہر ہے کہ لم یبق میں لم نے لم یلد و لم یولد کی طرح ابدی استمراری کے طور پر نبوۃ کی نفی نہیں کی۔ خدا کا والد و مولود نہونا ابدی اور ازلی ہے مگر لم یبق من النبوۃ میں یہ مطلب مد نظر نہیں ورنہ ابتداء آفرینش سے تا قیامت انبیاء کا عدم وجود تسلیم کرنا پڑیگا جو بدیہۃ البطلان ہے۔ اس سے صرف سابق انبیاء کی نبوۃ کی نفی ہوتی ہے بلکہ آنحضرت صلعم کی نبوۃ بھی ہاتھ سے جاتی ہے پس لم یبق میں یہ صورت تو قابل تسلیم نہیں۔ رہی دوسری صورت کہ لم سے جو انتفاء ہوا ہے وہ متصل بالحال ہو یہ بھی باطل ہے کیونکہ اس تسلیم سے یہ لازم آئیگا کہ جب آنحضرت صلعم نے لم یبق من النبوۃ الا المبشرات فرمایا تھا اسوقت دنیا نبوۃ سے خالی تھی۔ اور نبی کریمؐ خود نبوۃ سے مشرف نہ تھے عیاذاً باللہ۔

اب صرف ایک پہلی صورت باقی رہ جاتی ہے کہ لم نے جو انتفاء کیا ہے تو وہ منقطعی ہے جیسے لم یکن شیئاً مذکوراً میں تھا یعنی حضورؐ کی بعثت سے پیشتر فترۃ کا زمانہ تھا۔ نبوۃ نہ تھی صرف مبشرات باقی تھیں اور نبی کریمؐ کی بعثت کی وجہ سے فترۃ کا زمانہ جو مبشرات پر مشتمل تھا جاتا رہا اور نبوۃ کی کرنیں ضیاء فگن ہوئیں جیسے لم یکن شیئاً کے بعد انسانی تخلیق ہوئی پس جب حرف لم کے تحقیق سے انتفاء فعلیت صرف تین طور پر ہوتا ہے اور دو کا تسلیم کرنا اس حدیث میں مستلزم محال ٹھیرتا ہے تو لامحالہ اس تیسرے کو ہی تسلیم کرنا پڑیگا جس کا ذکر حافظ صاحب نے اپنے مضمون میں کیا ہے اور جس سے کوئی محال لازم نہیں آتا۔ اور جس کی رُو سے غیر احمدی دوستوں اور غیر مبایعین برادروں کے مدعا کے خلاف ہمارا ہی مقصود ثابت ہوتا ہے اور یہی مطلوب ہے۔ وبس ٭

کیا موذی اشیاء کی پیدائش صفت رحیمیت کے منافی ہے؟

مکرم معظم جناب چوہدری ڈاکٹر محمد شاہنواز خاں صاحب اسسٹنٹ سرجن کے نتیجات قلم ہر جو جواہر ریزوں کا علمی ذخیرہ ریویو آف ریلیجنز میں جمع ہو رہا ہے وہ ملک و ملت کیلئے اتنا مفید ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کا جتنا بھی شکریہ ادا کیا جائے تھوڑا ہے۔ آپنے یہ مضمون نہایت مفید معلومات پر مبنی تیار کیا ہے جس سے کئی مذہبی اعتراضوں کا قلع قمع ہوتا ہے۔ اسمیں ویدو سماجیوں اور آریہ سماجیوں کے عقائد باطلہ کی تردید کا بھی بہت مصالحہ ہے۔ یہ مضمون کیا ہے خلق لکم ما فی الارض جمیعاً کی عالمانہ محققانہ ایک تفسیر دلپذیر ہے۔ قرآن مجید نے جن حقائق کو بیان کیا ہے رہتی دنیا تک طب و سائینس کے انکشافات اسکی تصدیق فرماتے رہینگے۔ (ایڈیٹر)

صفات کی جامع ایک ہی ہستی

ہم اسلامی عقیدہ کی رُو سے اس بات کے قائل ہیں۔ کہ کائنات عالم کو پیدا کرنیوالی ایک ہستی ہے۔ جو تمام صفات کاملہ کی جامع اور تمام عیوب سے منزہ ہے۔ چنانچہ ہم مانتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ربّ ہے۔ رحمٰن ہے رحیم ہے وغیرہ وغیرہ۔

ضرر رساں مخلوق

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی مخلوق میں سے اکثر حصہ اس کا ایسا ہے۔ جو انسان کے کام آنا تو در کنار اسکے لئے سخت مضر ہے۔ مثلاً موذی جانوروں۔ سانپ۔ بچھو۔ زہر بیماری کے جراثیم۔ مچھر مکھی وغیرہ کی پیدائش۔

جانوں کا نقصان

مشاہدہ ہمیں بتاتا ہے۔ کہ سینکڑوں آدمی موذی جانوروں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور ہزاروں آدمی ہر سال سانپ بچھو کے کاٹے سے مر جاتے ہیں۔ یا کم از کم تکلیف پاتے ہیں اسی طرح کئی آدمی زہر کھا کر ہلاک ہوتے ہیں۔ وبائی امراض سے اموات کا تو کوئی حساب ہی نہیں۔ مچھر ملیریا پھیلاتا ہے۔ اسی طرح مکھی ہیضہ۔ پیچش۔ اسہال۔ اور تپ محرقہ کے جراثیم جسم انسانی میں داخل کر کے کئی جانیں لے لیتی ہے۔ نقصان تو اس مخلوق کے بے شمار ہیں۔ مگر فائدہ ہمیں کوئی نظر نہیں آتا۔ پس ثابت ہوا۔ کہ یا تو ان موذی جانوروں۔ دکھ۔ درد۔ جراثیم۔ زہر اور سانپ وغیرہ کا خالق کوئی اور وجود ہے۔ یا اگر خالق ایک ہی ہے۔ تو اسکی صفت رحیم نہیں ہے"۔

صفت رحیمیت پر اعتراض

یہ اعتراض ہے جو خدا تعالیٰ کی صفت رحیمیت پر یورپ کے دہریہ اور فلسفی کرتے ہیں۔ اب ہمارا یہ فرض ہے کہ اس اعتراض کا علوم مغربی کی روشنی میں کافی

وشافی جواب دیں۔ اور ثابت کریں۔ کہ بے شک ظلمات یعنی دکھ درد۔ بیماری وغیرہ کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور ان موذی جانوروں کی پیدائش بھی کسی حکمت پر مبنی ہے۔ اور ہمارے لئے مفید ہے۔ انشاء اللہ اس مضمون میں اس مسئلہ پر بخوبی روشنی ڈالی جائیگی وبا للہ التوفیق۔

موذی چیزوں کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے

اسلام نے اس اعتراض کا جواب ان الفاظ میں دیا ہے:۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خلق السموات والارض۔ وجعل الظلمت والنور۔ ثم الذین کفروا بربھم یعدلون (انعام ع۱) سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا۔ اور اندھیرا اور روشنی کو پیدا کیا۔ لیکن پھر بھی وہ جنہوں نے انکار کیا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھیراتے ہیں۔ یعنی تمام وہ مخلوق جن کو ظلمات کہا جاتا ہے مثلاً موذی جانور۔ سانپ بچھو۔ زہر۔ وبائیں وغیرہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اور ان کی پیدائش اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت کے منافی نہیں بلکہ اسکے رحم کا ثبوت ہے۔ بعضوں کا خیال ہے کہ اچھی چیزوں (نور) کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اور موذی چیزوں (ظلمات) کا خالق اور ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ اگر اس مخلوق کی پیدائش کی غرض اور اسکی سچی حقیقت کو مدنظر رکھا جائے۔ تو اس سے صاف صاف اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت کا ثبوت ملتا ہے۔ اور ہرگز اسکے منافی معلوم نہیں ہوتی لیکن نادان ہیں وہ جن کو اس مخلوق کا علم نہیں اور کہدیتے ہیں کہ یہ خدا کی صفت رحیمیت کے خلاف ہے۔ اسلئے ضرور ان کا کوئی اور خالق ہونا چاہیئے۔

کوئی مخلوق بے فائدہ نہیں

قرآن کریم نے نہایت خوبی کے ساتھ اس حقیقت کو واضح کیا ہے۔ اور اس مخلوق کی پیدائش کی غرض اور اسکے فوائد کو ظاہر کیا ہے۔ جو بادی النظر میں مضر معلوم ہوتے ہیں۔ اسلام یہ سکھاتا ہے۔ کہ یہ سب مخلوق انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اور ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہونا چاہیئے کہ اس نے ہمارے لئے ایسے مفید وجود بنائے۔ اس مسئلہ کو اگر اس روشنی میں لیا جائے تو تمام شکوک رفع ہو جاتے ہیں۔ اگر سوال کیا جائے کہ کس طرح معلوم ہوا کہ یہ وجود مفید ہیں تو اسکے ثبوت کے لئے ہم بعض موذی مخلوق کے فوائد لکھ دیتے ہیں۔

کوئی چیز اپنی ذات میں بُری نہیں ہوتی

یاد رکھو کہ کوئی چیز اپنی ذات میں بُری نہیں ہوتی۔ ہاں اسکا بُرا استعمال اسکو بد بناتا ہے اللہ تعالیٰ نے بیماری اور دکھ درد نہیں بنایا۔ بلکہ چیزوں کو پیدا کر دیا ہے۔ اور ہم کو بعض قوانین سکھا دیئے ہیں (جن کو ہم قانون قدرت کہتے ہیں) جو شخص ان کے ماتحت چلتا ہے۔ فائدہ اٹھاتا ہے۔ جو خلاف کرتا ہے۔ نقصان اٹھاتا ہے۔

(۱) سنکھیا - کُچلا - افیم وغیرہ زہروں کے فوائد۔

زہروں کے فوائد

اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے زہر کیوں پیدا کیئے۔ جبکہ ہزاروں آدمی ان زہروں کو کھا کر مر جاتے ہیں۔ مگر ڈاکٹروں سے پوچھو اور طبیبوں سے دریافت کرو کہ کتنے مریض ان دوائیوں کے مناسب استعمال سے ہر سال شفا پاتے ہیں۔ کیا ان زہروں کے استعمال سے زیادہ آدمی مرتے ہیں یا زیادہ شفا پاتے ہیں۔ ہمیں اس بات کا تجربہ ہے اور ہم اس امر کی شہادت دے سکتے ہیں۔ کہ لاکھوں آدمی ہر سال ان زہروں کے ذریعہ سے موت

زہروں میں شفا ہے

کے پنجہ سے چھڑائے جاتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ زہروں کی پیدائش اور ان میں دفع مرض کی خاصیت کا ہونا ہمارے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اور صفت رحیمیت کا بیّن ثبوت ہے۔ کوئی شخص اگر جان بوجھ کر یا غلطی سے ان زہروں کو زیادہ مقدار میں کھاتا ہے تو وہ مر جاتا ہے۔ کیوں اسلئے کہ اس نے قانون قدرت کی خلاف ورزی کی۔ اور دوائی کا غلط استعمال کیا۔ جو شخص فن طبابت سے واقف نہیں اور دوائیوں کی خوراک وغیرہ کا علم نہیں رکھتا اسکا کوئی حق نہیں کہ زہروں کو پاس رکھ کر غلطی سے خود کھا کر یا کسی کو کھلا کر اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرے کہ اس نے ہمارے مارنے کے لئے یہ زہر پیدا کیئے ہیں۔ نادانو! ان زہروں میں تو تمھاری لئے زندگی ہے۔ ان زہروں کی قدر مریضوں سے پوچھو۔ سنکھیا کی قدر کھجلی۔ جلدی امراض۔ ضعف باہ۔ پرانا ملیریا۔ آتشک وغیرہ امراض والوں سے پوچھیں کچلا کے فوائد۔ ضعف اعصاب۔ ضعف معدہ۔ قبض۔ کمزوری مثانہ۔ ضعف باہ۔ اور ضعف قلب کے مریضوں سے دریافت کریں۔ افیم کی ضرورت۔ پرانے اسہال خشک کھانسی درد گردہ۔ کمی نیند۔ دمہ وغیرہ کے مریضوں سے معلوم کیجئے۔ افسوس کہ جن کے گھر میں طب جدید کا پودا پھولا پھلا اور جوان ہوا انہوں نے اسپر اعتراض کیا مگر حق کی مخالفت اور قلت تدبر کا نتیجہ تھا۔

(۲) سانپ بچھو وغیرہ کے متعلق۔

اسی طرح موذی جانور از قسم سانپ بچھو وغیرہ بھی ہمارے فائدہ کے لئے بنائے گئے ہیں۔ مگر ہم قانون قدرت کی خلاف ورزی کرکے اُن سے نقصان اٹھاتے ہیں۔

طب نے ابھی اس حد تک ترقی نہیں کی۔ اور ان جانوروں کے زہروں کے خواص کا ابھی تک۔ پوری طرح مطالعہ نہیں ہوا۔ (گو تحقیقات جاری ہے) کہ ہم آپکو انکے سب فوائد بتلا سکیں۔

پلیگ کا علاج سانپ

ہاں جدید تحقیقات سے اتنا معلوم ہوا ہے۔ کہ پلیگ کے بعض کیس ایک خاص قسم کے سانپ کے زہر کے ٹیکہ سے صحت یاب ہوئے ہیں۔ جس سے ہمارے لئے نئی تحقیقات کا ایک وسیع میدان مل گیا ہے۔ سائینس نے جب اور ترقی کی تو انشاءاللہ ہم آپکو چند اور فوائد ان ہر دو کے بتا سکینگے۔ اسی سانپ کے زہر سے سانپ کا تریاق تیار کیا جاتا ہے چنانچہ وریدی پچکاری سے گھوڑے کے جسم میں سانپ کا زہر تھوڑی تھوڑی مقدار میں کئی ہفتے ڈالتے رہتے ہیں جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گھوڑے کے جسم میں قوت مدافعت پیدا ہو جاتی ہے اور خون میں ایک تریاق (سیرم) تیار ہو جاتا ہے۔ جو سانپ کے کاٹے کے لئے مفید ہے۔

مسئلہ ارتقاء حیوانی اسلامی نقطۂ نگاہ سے

اسپر ایک پہلو سے روشنی ڈالنی ابھی باقی ہے۔ ماہرین سائینس نے معلوم کیا ہے اور جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہے۔ کہ یہ جانور مثلاً۔ سانپ بچھو کیڑے مکوڑے اور دیگر رینگنے والے جانور انسان کی پیدائش سے پہلے موجود تھے۔ اور کرۂ ہوا کو صاف کرنے۔ اور زمین کو انسان کی رہائش کے قابل بنانے میں ان کا بہت دخل ہے۔ بلکہ یہ پیدائش آدم کی پہلی کڑیاں ہیں (نہ ان معنوں میں جن میں ڈاروِن اور دیگر مسئلہ ارتقاء حیوانی کے قائل مانتے ہیں۔ بلکہ ان معنوں میں کہ یہ مخلوق زمین کے مختلف طبقات کی جن سے زمین گذر چکی ہے) آخری یادگار ہیں۔ جسکا ثبوت یہ ہے کہ یہ مخلوق اب دن بدن کم ہو رہی ہے۔ کیونکہ سطح زمین کی موجودہ حالت انکی رہائش کے قابل نہیں رہی۔ یہاں پر زمین کی پیدائش کا مختصر ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

ابتداء میں زمین پر پانی کا قطرہ نہ تھا

اوائل میں سطح زمین سخت گرم تھی۔ اور کھولتے ہوئے پانی سے بھی زیادہ درجہ حرارت پر تھی۔ اسلئے نہ کوئی سمندر تھا۔ نہ دریا۔ نہ جھیل اور نہ ندی نالے۔ تمام پانی کرہ ہوا میں معلق تھا۔ جو پہلے بخارات کی صورت میں تھا۔ اور پھر زمین کے ٹھنڈا ہونے پر بادل بن گیا۔ اس امر کا ثبوت کہ زمین اوائل میں پانی سے خالی تھی یہ ہے۔ کہ زمین کے ابتدائی خطے جو جیالوجی کے ماہرین نے معلوم کئے ہیں۔ ان میں پانی کے کام کا دخل نہیں۔

کئی صدیوں کے بعد کرہ زمین ٹھنڈا ہوا۔ اور تمام نشیب پانی سے بھر گئے۔ اور اس طرح سمندروں میں کھولتا ہوا پانی جمع ہو گیا۔ جس سے بخارات اٹھے اور سرد ہوا میں ملکر بادل بن گئے۔

زمین سورج کی تاثیر سے آزاد تھی۔

مگر ابھی تک بادلوں کے سخت غلاف کی وجہ سے کرہ زمین سورج کی تاثیر سے آزاد تھا۔ زمین کی سطح پر حرارت اسکی اندرونی حرارت کی وجہ سے تھی۔ نہ کہ سورج کی گرمی سے۔ اسوقت نہ کوئی موسمی تغیرات تھے نہ آب و ہوا کا فرق۔ ہر جگہ گرمی ہی گرمی تھی۔ زمین نباتاتی

اور حیوانی زندگی کا نام و نشان نہ تھا۔ سوائے ان چند بہت بلند درختوں کے جو زیادہ حرارت۔ زیادہ پانی اور سایہ کو پسند کرتے ہیں۔ یہی وہ جنگل ہیں جن سے ہماری کوئلہ کی کانیں بنی ہیں۔

جوں جوں زمین ٹھنڈی ہوتی گئی۔ بخارات کا بادل بھی کم ہو گیا۔ اور زمین پر سورج کا اثر شروع ہو گیا سورج کی تپش محسوس ہونے لگی۔ اور فضا کی ٹھنڈک آشکارا ہو گئی۔ موسمی تغیرات شروع ہو گئے۔ اور آب و ہوا کا اختلاف ظاہر ہو گیا۔ درخت موسمی تغیرات کو محسوس کرنے لگے۔ اور ان کے پتے خزاں میں جھڑنے شروع ہو گئے۔ پہلے پہل نہ کرہ ہوا اس قابل تھا۔ کہ حیوانی یا نباتاتی زندگی کا قیام اسپر ہو سکے اور نہ سطح زمین اس قابل تھی۔

پہلے نباتاتی اور پھر حیوانی زندگی کا دور شروع ہوا

اسلئے سب سے پہلے زندگی کی علامت چھوٹی چھوٹی آبی بوٹیوں کی صورت میں سمندر کی تہ میں نمودار ہوئی۔ جو روشنی اور ہوا کے بغیر زندہ رہ سکتی تھیں۔ اسکے بعد جب ہوا اور روشنی پیدا ہو گئی تو سطح سمندر پر سبزی نمودار ہوئی۔ پھر سطح زمین پر بوٹیاں اُگنی شروع ہو گئیں۔ اور اسکے بعد پھل دار درخت اور سبزیاں وغیرہ پیدا ہوئیں۔

پھر حیوانی زندگی کا دور شروع ہوا۔ جو پہلے پانی میں نمودار ہوئی۔ مثلاً جراثیم۔ مینڈک مچھلیاں وغیرہ۔ اسکے بعد اندھیرے میں رہنے والے۔ اور رینگنے والے جانور از قسم سانپ بچھو وغیرہ ہوئے پھر ہوا میں پرندے پیدا ہو گئے۔ اور اسکے بعد خشکی پر حیوان وغیرہ۔ یعنی جوں جوں زمین کے طبقات رہائش کے قابل ہوتے گئے مختلف جانور پیدا ہوتے گئے۔ اور سب سے آخر حضرت انسان تشریف لائے۔ اس مخلوق کا پانی۔ ہوا اور زمین کو انسان کی رہائش کے قابل بنانے میں بہت دخل ہے انہوں نے ہی ہوا کو زہریلی گیسوں سے پاک کیا۔ پانی کو پینے کے قابل کیا۔ زمین کو رہنے کے قابل بنایا۔ سبزیوں کا پیدا ہونا سب سے پہلے اس لئے ضروری تھا۔ کہ اسپر سب حیوانی زندگی کا دارومدار ہے۔ یہی ہمارے لئے آکسیجن مہیا کرتی ہیں۔ اور یہی ہماری خوراک ہم پہنچاتی ہیں۔ غرضیکہ ہماری زندگی کا سارا دارو مدار سبزیوں پر ہے۔ اگر نباتات پہلے نہ ہوتے تو انسان کو نہ صرف یہ کہ خوراک مہیا نہ ہوتی بلکہ سانس لینا بھی مشکل ہو جاتا۔ کیونکہ یہی سبز پتا ہوا سے کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس جو زہر ہے۔ نکال کر آکسیجن ہمارے لئے مہیا کرتا ہے۔ لہٰذا ضروری تھا کہ انسان جو اشرف المخلوقات ہے۔ اسکی آمد سے پہلے زندگی کے سب لوازمات مہیا ہوتے۔ سچ ہے۔ پہلے درباری آتے ہیں۔ پھر بادشاہ تشریف لایا کرتے ہیں نہ کہ اسکے برعکس۔

(۳۳) بیماری کے جراثیم وغیرہ پر اعتراض۔

جراثیم کی پیدائش کی حقیقی غرض

جراثیم وغیرہ پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ان کو بے فائدہ بنایا ہے۔ بلکہ بیماری پیدا کرتے ہیں۔ اور انسان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ جن لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے۔ انکو جراثیم کی پیدائش انکی ماہیت اور زندگی کی غرض کا کچھ علم نہیں۔ اور علم الجراثیم سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ معلوم رہے کہ ابتدائی۔ اصلی اور صحیح غرض جراثیم کی پیدائش کی یہ ہے۔ کہ انسان کو فائدہ پہنچائیں۔ اور انکا کام یہ ہے کہ بے جان حیوانی اور نباتاتی مادہ کو پھاڑیں اور اس سے خوراک حاصل کریں۔ اور ہمارے لئے بھی خوراک مہیا کریں (اسکا ثبوت آگے چلکر ملیگا)

اجزائے بیضیہ بنانیوالے جراثیم پر ہماری زندگی کا انحصار ہے

زندگی کا انحصار اجزائے بیضیہ (پروٹین) پر ہے۔ اور نائٹروجن اجزائے بیضیہ کا لازمی جزو ہے۔ گو ہمارے خون میں کافی مقدار نائٹروجن کی جو پھیپھڑوں کی ہوا سے ہم جذب کرتے ہیں۔ ہر وقت موجود رہتی ہے۔ مگر ہم اسکو بطور غذا کے استعمال نہیں کر سکتے۔ اسلئے نائٹروجن کے حصول کے لئے ہم کو نباتات کا ممنون ہونا پڑتا ہے۔ گو ہوا میں نائٹروجن بہت زیادہ مقدار میں موجود ہے۔ مگر پتے بھی اسکو استعمال نہیں کر سکتے۔ بلکہ زمین کے مساموں میں یہ ہوا داخل ہو جاتی ہے۔ اس میں سے نائٹروجن جڑوں کے ذریعہ ہم تک پہنچتی ہے درختوں کی جڑیں نائٹروجن کو مرکب صورت (پروٹین) میں بدل دیتی ہیں۔ جس سے ہماری غذا بنتی ہے۔ مگر یاد رکھو کہ اس عمل میں جراثیم کا بہت دخل ہے۔ بعض خاص جراثیم (جن کو نائٹری فائی ینگ بیکٹیریا کہتے ہیں) کی بدولت ہی درختوں کی جڑیں اس قابل ہوتی ہیں کہ زمین کی نائٹروجن کو جذب کر کے پروٹین بنا سکیں۔ اسی سے اندازہ لگ سکتا ہے کہ ہماری روٹی (جسکو ہم روزانہ کھاتے ہیں) کے تیار کرنے میں ہمیں جراثیم کی کسقدر امداد کی ضرورت ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ نائٹروجن جو پروٹین کی صورت میں بدل جاتی ہے۔ اسکے واپس لانے اور کمی کو پورا کرنے کا نیچر نے کیا انتظام کیا ہے۔ ضروری ہے کہ ایسا کوئی انتظام ہو۔ ورنہ زندگی کا دور ختم ہو جائے۔ کیونکہ اگر نائٹروجن کو واپس نہ لایا گیا۔ تو ایک دن زمین کی تمام نائٹروجن ختم ہو جائیگی اور اس زندگی کا دور نہ چل سکیگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نیچر نے ایسا انتظام کیا ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے:-

زمین کی نائٹروجن کی کمی اس طرح پوری کیجاتی ہے۔ کہ جب کوئی پودا یا حیوان مر جاتا ہے تو اسکے جسم میں جراثیم تعفن پیدا کر دیتے ہیں۔ جسکے نتیجہ میں نائٹروجن پیدا ہوتی ہے۔ جو پھر زمین

میں ملجاتی ہے۔ اور اس طرح یہ دَور چلتا رہتا ہے۔ پودے ہم کو نائٹروجن مرکّب صورت میں تیار کرکے دیدیتے ہیں۔ اور ہم اسکو کھاکر جب مرجاتے ہیں۔ تو ہمارے مردہ جسم میں جراثیم تعفّن پیدا کرکے پھر نائٹروجن کو مفرد صورت میں پودوں کے حوالے کردیتے ہیں۔

تعفّن پیدا کرنے والے جراثیم بھی بہت مفید ہیں

پس معلوم ہُوا کہ تعفّن پیدا کرنیوالے جراثیم جن کو ہم مضر صحت خیال کرتے ہیں۔ ان کا ہماری زندگی کے قیام میں بہت دخل ہے۔ ایک اور بات اس سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ موت کا سلسلہ بھی قائم رکھنا ضروری تھا۔ کیونکہ اگر موت نہ ہوتی تو پس ماندگان کی زندگی کا قیام مشکل تھا۔ پس ضروری تھا کہ ہمارے باپ دادا فوت ہوں تاکہ بعد میں آنیوالوں کے لئے خوراک (نائٹروجن) کا انتظام ہوسکے۔

پس اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت رحیمیت کے ماتحت تعفّن پیدا کرنیوالے جراثیم ہر جگہ رکھدئے تاکہ وہ مردہ حیوانی اور نباتاتی مادہ کو پھاڑ کر اس میں سے نائٹروجن ہماری زندگی کے قیام کے لئے درختوں کو پہنچاتے رہیں۔ جراثیم کے متعلق جدید تحقیقات نے ثابت کیا ہے کہ یہ درحقیقت نہایت ہی چھوٹے چھوٹے پودے ہیں۔ جو عام بوٹیوں کی طرح سبز نہیں ہوتے۔ چونکہ وہ اپنی خوراک ہوا میں سے نکال نہیں سکتے (کیونکہ ہوا میں سے خوراک لینے کے لئے سبز پتّوں اور روشنی کا ہونا ضروری ہے) اسلئے ان بیچاروں کو اپنی زندگی کے قیام کے لئے مجبوراً کسی اور جاندار کے ساتھ ملکر رہنا پڑتا ہے۔

مَیں یہ بتا چکا ہوں کہ ابتداءً اور حقیقتاً تمام جراثیم بے جان حیوانی اور نباتاتی مادہ پر زندگی بسر کرنے کیلئے بنائے گئے ہیں۔ اور جاندار مادہ کو کچھ نہیں کہتے (مگر شرط یہ ہے کہ انکو بیجان مادہ ملتا رہے) ان جراثیم کو سیپ رونائٹ کہتے ہیں۔ گو یہ نام ہم کو بُرا معلوم ہوتا ہے۔ اور ان جراثیم کی زندگی ہمیں گندی معلوم ہوتی ہے۔ اور ان کی پیدا کردہ گیسیں ہماری ناک کو بدبودار معلوم ہوتی ہیں۔

جراثیم ہمارے لاکھوں کام مفت سنوارتے ہیں

مگر یاد رکھو کہ اگر یہ جراثیم نہ ہوتے۔ تو نہ ہم ہوتے اور نہ ہماری نازکیں صنعت و حرفت کی ترقی نے یہ بات لوگوں پر ثابت کردی ہے کہ جراثیم درحقیقت ہمارے لئے بہت مفید ہیں۔ تمباکو کے صاف کرنے۔ چمڑے کو کماتے۔ ربڑ بناتے۔ سرکہ شراب وغیرہ بنانے میں جراثیم کام آتے ہیں۔ ہماری روزمرّہ کی خمیری روٹی بھی جراثیم ہی تیار کرتے ہیں دہی بھی جراثیم کے عمل سے بنتا ہے۔ غرضیکہ جراثیم ہمارے نہایت محنت اور دفاداری سے کام کرنے والے بے دام خادم ہیں۔ ہر ایک جاندار اپنی زندگی کی فکر کرتا ہے۔ اور دوسروں کا خیال عموماً کم ہوتا

ہے۔ مگر نیچر یہ چاہتی ہے کہ ہم دوسروں کا بھی کام کریں۔ کیونکہ اس کو سب کا یکساں خیال ہے۔ آپ خواہ ایک صدی زندگی کی خودغرضی میں گذار دیں۔ مگر آخر موت کے بعد دوسری مخلوق تمھاری خاک پر قبضہ جائیگی۔

یہ سب امور ثابت کرتے ہیں کہ جراثیم کے بغیر ہماری زندگی کا قیام مشکل ہے۔ یقیناً جراثیم کی پیدائش صفت رحیمیت کے ماتحت ہے۔ کیونکہ یہ ہمارے لاکھوں کام سنوارتے ہیں۔ اس کے باوجود ہم جانتے ہیں کہ جراثیم بیماری بھی پیدا کرتے ہیں۔ اسلئے ضروری ہے کہ ان دونو میں امتیاز کیا جائے بیماری پیدا کرنے والے جراثیم کو پیتھوجینک بیکٹیریا کہتے ہیں۔

بیماری والے جراثیم ابتدا میں نہیں تھے۔ بلکہ تعفن والے جراثیم سے مسئلہ ارتقاء کے ماتحت پیدا ہوئے

ابتدا میں سب جراثیم سپروفائٹ تھے۔ یعنی تعفن پیدا کرنیوالے۔ اور ان کی پیدائش کی غرض نیک ہے۔ اور یہ ہرگز نقصان دہ نہیں۔ بلکہ بہت ہی مفید ہیں۔ بیماری پیدا کرنیوالے جراثیم ابتدا میں نہیں تھے بلکہ یہ تعفن پیدا کرنیوالے جراثیم کی ہی ایک ارتقائی صورت ہے۔ جو بعض دفعہ حالات بدل جانے کے باعث بیجان مادہ کو چھوڑ کر جاندار اعضاء پر حملہ کر دیتے ہیں۔ تعفن پیدا کرنیوالے اور بیماری پیدا کرنے والے جراثیم بعض حالات میں تعفن والے بنجاتے ہیں۔

ہمارے جسم کے تقریباً ہر حصہ میں بے شمار تعداد میں جراثیم موجود رہتے ہیں۔ مگر ہمیں وہ نقصان نہیں پہنچاتے۔ غالباً وہ مُردہ فضلات وغیرہ پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور ہماری غذا میں جو بیجان مادہ ہوتا ہے۔ اس پر انکا گذارہ ہوتا ہے۔

نا موافق حالات میں جراثیم اپنی طرز زندگی بدل لیتے ہیں اور اسکو ہم بیماری کہتے ہیں

مگر بعض دفعہ یہ جراثیم یک لخت اپنی روش بدل لیتے ہیں۔ اور بجائے بیجان مادہ کو کھانے کے جسم کے جاندار حصوں پر حملہ شروع کر دیتے ہیں۔ مثلاً انتڑیوں میں ایک جرم ہوتا ہے جسکو بیسی لس کولائی کہتے ہیں۔ یہ ایک نہایت ہی مفید جرم ہے۔ اور غریبوں بیکسوں کی طرح فضلات وغیرہ پر گذارہ کرتا ہے۔ مگر بعض دفعہ اگر اسکو غذا نہ ملے تو پھر انتڑیوں کی زندہ دیواروں کو پھاڑنا شروع کر دیتا ہے۔ جس سے انتڑیوں کا پھوڑا بنجاتا ہے۔ اگر وہ اسباب معلوم ہو جائیں جن کے ماتحت تعفن والے مفید جراثیم بیماری والے مضر جراثیم کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ تو ہم بفضل خدا تمام بیماریوں کو روک سکینگے۔ زندگی کے دور میں بیماری کا امکان اس نقطہ پر شروع ہوتا ہے جہاں ہم کو تعفن والے جراثیم کی ضرورت پڑتی ہے۔ جو بعض دفعہ اپنے فعل سے تجاوز کر کے بیجان

زندگی کے دَور کو پورا کرنے کے لئے تعفن والے جراثیم کی ضرورت پڑتی ہے جو بعض دفعہ اپنے فعل سے تجاوز کرکے بے جان اور جاندار مادہ دونو کو کھانا شروع کر دیتے ہیں اور اس کا نام بیماری ہے۔

جراثیم کے اس فعل میں اخلاق سے گری ہوئی کوئی بات نہیں

یاد رکھو کہ بیماری پیدا کرنے والے جراثیم کے فعل میں کسی قسم کی دشمنی، کینہ، شرارت یا اخلاق سے گری ہوئی بات نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ وہ بھی زندگی کے قیام کے لئے جہاں تک ممکن ہو کوشش کرتے ہیں۔ یہ دیگر امر ہے۔ کہ انکی زندگی کے لوازمات اور جسم کے سمیات انکے میزبان (انسان) کی زندگی کے لوازمات اور ضروریات کے مخالف ہوں۔

ہماری موت کا نتیجہ جراثیم کی موت ہوتی ہے

کئی جراثیم ایسے ہیں جو بیماری پیدا نہیں کرتے۔ وہ بھی انسانوں پر اپنا گذارہ کرتے ہیں۔ مگر انکو نقصان نہیں پہنچاتے۔ اسکے علاوہ اسمیں ایک اور نکتہ یہ ہے کہ جرم خود بھی جانتا ہے۔ کہ میری کامیابی میری اپنی تباہی کا پیش خیمہ ہوگا کیونکہ اسکو خوب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر میرے زہر سے میرا میزبان (انسان) مر گیا۔ تو یقیناً ساتھ ہی میری زندگی کا بھی خاتمہ ہو جائیگا۔ اسلئے چاہیئے کہ جراثیم کی پیدائش کی غرض پر اخلاقی پہلو سے روشنی ڈالتے وقت اس نکتہ کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ الغرض یہ سب مثالیں اس بات کے ثبوت ہیں کہ ہر ایک جاندار اپنی زندگی کے قیام کے لئے جدوجہد میں لگا ہوا ہے۔ ہم کو چاہیئے کہ اپنی زندگی کے بقا کے لئے ان جراثیم کو تباہ کر دیں جیسا کہ ہمارا جسم لاکھوں جراثیم کو ہمارے علم کے بغیر تباہ کرتا ہے۔ وہ دن قریب ہے کہ ہم اپنی دماغی طاقت (قوت ارادی) کو پوری طرح عمل میں لا کر اس قابل ہو جائینگے کہ تمام ان بیماریوں کو جو جراثیم سے پھیلتی ہیں دنیا سے نیست و نابود کر دیں۔

جراثیم کے عرق (ویکسین) سے علاج

اس امر کے ثبوت میں کہ جراثیم ہمارے لئے بہت مفید ہیں۔ میں چند اور مثالیں دیتا ہوں۔ آجکل ایک جدید طریق علاج نکلا ہے جسمیں ویکسین کے ٹیکہ سے علاج کیا جاتا ہے۔ یہ ویکسین کیا ہے۔ اسی جرم کا عرق ہے جس نے بیماری پیدا کی تھی۔ مثلاً تپ دق والے مریض کی بلغم میں جو پیپ نکلتی ہے۔ اس میں سے تپ دق کے جراثیم علیحدہ کرکے پاک و صاف کر لیتے ہیں۔ اور پھر انکا عرق نکالکر بذریعہ پچکاری مریض کے جسم میں داخل کرتے ہیں۔ اور مریض کو آرام ہو جاتا ہے۔ یہاں پر ایک نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔

دوزخیوں کو پیپ پلانے کی فلاسفی

قرآن کریم میں آتا ہے کہ دوزخیوں کو گرم پانی اور پیپ پینے کے لئے دی جائیگی۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ لَا یَذُوقُونَ فِیہَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا اِلَّا حَمِیمًا وَّغَسَّاقًا۔ مخالفین اس پر ہنسی کیا کرتے ہیں۔ کہ بھلا پیپ کون پیتا ہے۔ اور یہ کس مرض کی دوا

جزاکم اللہ احسن الجزاء (ایڈیٹر)

ہے۔ مگر ویکسین کے ذریعہ جدید طریق علاج نے مخالفین کے منہ توڑ دیئے ہیں۔ اور ثابت کر دیا ہے کہ پیپ میں بھی شفا ہے۔ فتدبّروا یا اولی الابصار۔

پیپ میں بھی شفا ہے

اسی طرح پلیگ کی ویکسین کا ٹیکہ (جو پلیگ کے جراثیم کا عرق ہوتا ہے) بھی پلیگ کے لئے بطور حفظ ماتقدم کے مفید ہے۔ ہیضہ کا ٹیکہ بھی ہیضہ کے جراثیم جسم انسانی میں داخل کر کے لیا جاتا ہے۔ خناق وبائی کا علاج بھی خناق کے جراثیم کے عرق سے کیا جاتا ہے۔ یہی حال پیچش تپ محرقہ اسہال، نمونیا، انفلوانزا وغیرہ سینکڑوں دیگر امراض کا ہے۔ ان سب کا طریق علاج یہی ہے کہ جو مرض مریض کو لاحق ہو اسی کے جراثیم اسکے جسم میں داخل کیئے جاتے ہیں۔

جراثیم بیماری پیدا کرتے ہیں۔ اور شفا بھی دیتے ہیں

حال ہی میں جوڑوں کی پرانی درد کے لئے پلیگ کے جراثیم کا ٹیکہ مفید ثابت ہوا ہے بلکہ اس تحقیقات سے ایک جدید طریق علاج نکل آیا ہے۔ جسکو پروٹین شاک کہتے ہیں۔ اس کا طریق یہ ہے کہ اگر کوئی پرانی مرض ہو۔ کسی جرم کا ٹیکہ لگا دو۔ تو آرام ہو جاتا ہے۔

ہماری انتڑیوں میں لیکٹک ایسڈ بیسی لس۔ اور بیسی لس کولائی دو ایسے جرم ہیں جو نہایت ہی مفید ہیں۔ اور ان پر فعل انہضام کا بہت حد تک دارومدار ہے۔ (ان میں سے اول الذکر دہی میں موجود ہے۔ اور اسی راستہ سے انتڑیوں میں پہنچتا ہے)

ہاضمہ میں مدد دینے والے جراثیم

چنانچہ دودھ کو ہضم کرنیکے لئے یہ دو جرم نہایت ہی مفید ہیں۔ اور ہمارے دوست ہیں۔ پھر بعض امراض میں ایک جرم دوسرے جرم کو مار کر انسان کو بچا لیتا ہے۔ مثلاً خناق وبائی کا ایک طریق علاج یہ ہے کہ حلق میں لیکٹک ایسڈ جرم پچکاری کے ذریعہ پہنچائے جاتے ہیں۔ جو خناق کے جراثیم پر غالب آکر خود بڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور چونکہ یہ خود مضر نہیں ہوتے اس لئے انسان بچ جاتا ہے۔ اسی طرح بیسی لس کولائی کے مرض میں انتڑیوں میں لیکٹک ایسڈ جرم پہنچانا بھی (مثلاً کھٹے دہی کی صورت میں) ایک طریق علاج ہے۔ غرضیکہ لاکھوں ایسے جراثیم ہیں جو ہمارے لئے نہایت مفید کام کرتے ہیں۔ اور ہمیں ہر روز بیماری سے بچاتے ہیں۔ مگر طوالت کے خوف سے انکا ذکر چھوڑتا ہوں۔ اس مضمون سے دلچسپی رکھنے والے احباب علم الجراثیم پر کوئی کتاب پڑھ لیں۔

اخیر میں ہم اس امر کے ثبوت میں کہ جراثیم ہماری زندگی کے قیام کے لئے اشد ضروری ہیں۔ اور انکا فعل انہضام میں کہاں تک دخل ہے۔ ایک تجربہ بیان کرتے ہیں۔

ایک عجیب تجربہ

علم فزیالوجی کے ماہرین نے یہ صلاح کی کہ ایک ایسا بچہ لیا جائے۔ جس کا جسم جراثیم

سے بالکل پاک ہو۔ چنانچہ اسکے لئے ایک بچہ اسکی والدہ کا پیٹ چیر کر نکالا گیا۔ (یہ اس لئے کہ عموماً وضع حمل میں اندام نہانی سے بچہ کے منہ میں جراثیم لگ جاتے ہیں) اور اسکو ایسی غذا دی گئی جو جراثیم سے بالکل پاک تھی۔ یعنی جو غذا بھی دی جاتی وہ پہلے خوب اُبال لی جاتی تھی۔ تاکہ سب جراثیم مر جائیں۔ مثلاً دودھ اچھی طرح اُبال کر دیا جاتا۔ غرضیکہ چند ہفتوں تک اسکے جسم اور خاص کر اعضائے ہضم کو جراثیم سے پاک رکھا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بچہ کا ہاضمہ سخت بگڑ گیا۔ اسکو سبز دست لگ گئے اور دودھ بالکل ہضم نہ کر سکا۔ اسکے بعد پھر معمولی دودھ شروع کر دیا گیا۔ تو اسکا ہاضمہ آہستہ آہستہ درست ہو گیا۔ اس سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ جراثیم کتنی مفید مخلوق ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ جراثیم اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت کے منافی نہیں۔ بلکہ اس کا ثبوت ہیں۔

(۴) مکھی مچھر وغیرہ پر اعتراض۔

گندگی دُور کرتے ہیں

واضح ہو کہ مکھی مچھر۔ کھٹمل پسو وغیرہ بھی اصل میں ہماری فائدہ کیلئے بنائے گئے ہیں۔ اور یہ سب ہوا کو صاف کرنے اور زمین کو گندگی سے پاک کرنے میں کام آتے ہیں مکھی زمین کی غلاظت کو دُور کرتی ہے۔ مچھر پانی کو متعفن ہونے سے روکتے ہیں۔ لوگ شکایت کرتے ہیں کہ گرمیوں میں مکھی بہت تنگ کرتی ہے۔ خبر نہیں گرمیوں میں یہ کیوں آجاتی ہیں۔

مکھیوں کی گرمیوں میں آنے کی حکمت

مگر میں کہتا ہوں کہ یہ بھی صفت رحیمیت کا نظارہ ہے۔ اور ہمیں اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر کرنا چاہیئے کہ وہ گرمیوں میں ایسے مفید وجود کو بھیج دیتا ہے۔ کیونکہ گرمیوں میں ہی مکھی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسلئے کہ گرمی کی وجہ سے چیزوں میں تعفن جلدی شروع ہو جاتا ہے۔ اور اس متعفن مادہ کو جلد دُور کرنے کے لئے ضروری تھا کہ کوئی ایسا وجود پیدا کیا جاتا جو اسکو کھا کر تعفن کو کم کرتا۔ سردیوں میں یہ سب واپس بلائے جاتے ہیں اس لئے کہ ان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ سردیوں میں تعفن کم ہوتا ہے۔ مکھیاں اپنی خوشی سے گرمی میں نہیں آتیں۔ بلکہ ایک بالا ہستی ہے۔ جس کے ارادہ کے ماتحت یہ سب کام حکمت عملی سے چل رہے ہیں جیسا کہ بعض لوگ چاہتے ہیں اگر آج مکھیوں کا وجود دنیا سے نیست و نابود ہو جائے۔ تو اس قدر تعفن پیدا ہو کر سانس لینا مشکل ہو جائے۔

مکھی بیشک بہت سی امراض پھیلاتی ہے۔ مگر یہ ہماری اپنی غفلت کا نتیجہ ہوتا ہے

صفت رحیمیت کے نظارے

کُل کائنات عالم انسان کیخدمت میں لگا ہوا ہے

اللہ تعالیٰ نے ہماری حفاظت کے ہزاروں لاکھوں سامان کئے ہیں۔

مگر افسوس کہ بعض تو ان اسباب سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور جو اٹھاتے ہیں وہ ان کو نظر انداز کرکے کہہ دیتے ہیں کہ فلاں مخلوق بیفائدہ ہے۔ فلاں مخلوق ضرر رساں ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِیْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ۔ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ (الشوریٰ ع ۳)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے فضلوں میں سے زمین اور آسمانوں کی پیدائش ہے۔ اور سب جاندار جو انکے درمیان بستے ہیں۔ اور جب چاہے وہ ان کے جمع کرنے پر قادر ہے۔ اور جو پہنچتی ہے تم کو مصیبت پس وہ تمہارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کے بد نتائج سے بہت دفعہ تم کو محفوظ رکھتا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے سورج۔ چاند ستارے۔ آسمان۔ زمین۔ ہوا روشنی وغیرہ۔ اور جو کچھ زمین و آسمانوں کے درمیان ہے انسان کی خدمت کے لئے بنایا۔ لیکن اگر وہ ان سے فائدہ نہ اٹھا سکے یا ان کا غلط استعمال کرے۔ اور اس طرح پر نقصان اٹھائے تو یہ اسکا اپنا قصور ہے۔ اللہ تعالیٰ کئی دفعہ ہماری غلطیوں کے بُرے نتائج سے ہم کو بچاتا ہے۔ اور جو تکلیف اسکو پہنچتی ہے۔ وہ خدا کے فعل سے نہیں بلکہ قانون قدرت اللہ تعالیٰ نے ہمارے فائدہ کے لئے بنایا ہے۔

ہماری حفاظت کے سامان دیکھو سورج کی روشنی کتنی مفید ہے پھلوں اور ترکاریوں کے پکنے میں اس کا خاص دخل ہے۔ جراثیم کا قلع قمع کرتی ہے۔ پتوں کو کاربن جمع کرنیکے قابل بناتی ہے۔ جس سے ہماری غذا تیار ہوتی ہے۔ ہواؤں کا بھی اسی طرح حیوانی اور نباتاتی زندگی پر مفید اثر ہے۔ پودے ہمارے لئے آکسیجن تیار کرتے ہیں۔ مچھلیاں وغیرہ پانی کی گندگی کھا کر پانی کو خراب ہونے سے بچا لیتی ہیں غرضیکہ لاکھوں سامان ہماری حفاظت اور صحت کے قیام کے لئے اللہ تعالیٰ نے کر رکھے ہیں۔ اسی طرح معدنی چشمے ہیں۔ کوئی گندھک کا ہے۔ کوئی مگنیشیا کوئی پوٹاش کا۔ جو مختلف اغراض کیلئے مفید ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قانون قدرت بنا دیا ہے۔ جو اسکے مطابق چلتا ہے۔ فائدہ اٹھاتا ہے۔ جو خلاف ورزی کرتا ہے۔ نقصان اٹھاتا ہے۔ اسمیں اللہ تعالیٰ کا کیا قصور ہے۔

اللہ تعالیٰ رحیم ہے مگر ہم خود ضالین بنتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ نے صفت رحیمیت کے ماتحت قانون قدرت بنایا ہے مگر ہم خود ضالین بنتے ہیں (۱) مثلاً سانپوں سے غفلت کرکے۔ کسی طرح لمبی لمبی گھاس میں ننگے پاؤں پھر کر۔ سیلابی جگہ میں زمین پر سو کر۔ اندھیرے میں ننگے پاؤں چل کر۔ تنگ تاریک بِلوں میں گھس کر۔ (۲) زہروں سے غفلت کرکے۔ کسی طرح۔ فن طبابت سے بیخبر ہو کر زہر کو پاس رکھکر۔ انکو بچوں کے ہاتھ میں۔ دیگر کھانے کی چیزوں کے ساتھ رکھکر بغیر لیبل کے بوتل میں ڈال کر

(۳) جراثیم سے محبت کرکے۔ کسی طرح۔ بند کوٹھریوں میں رہکر۔ تنگ و تاریک مکانوں میں سوکر۔ ہوا اور روشنی سے دور رہ کر۔ مرطوب جگہ میں رہائش رکھ کر۔ وغیرہ وغیرہ (۴) مکھیوں اور مچھروں سے بیجا محبت کرکے۔ کسی طرح۔ غذا کو ننگا رکھ کر۔ گھروں میں گندگی پھیلا کر۔ کوڑا کرکٹ جمع کرکے۔ پانی کا نکاس بند کرکے۔ سیلاب پیدا کرکے۔ نچلی منزل میں رہ کر۔ دلدلوں کے پاس ڈیرا لگا کر۔

ہم خود ہیضہ پھیلاتے ہیں

کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہیضہ کے جرم کسی کوئیں میں ڈال دیئے ہوں یا ہیضہ کے جراثیم خود بخود کسی کوئیں میں پڑ جاتے ہوں۔ ہرگز نہیں۔ ہم خود ڈالتے ہیں۔ کسطرح کوئیں میں گند ڈول ڈال کر۔ اُسکے اوپر نہا کر۔ کپڑے دھوکر اور بعض کم بخت طہارت کرکے۔

ہم خود پلیگ کے جراثیم کو بلاتے ہیں

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ پلیگ کے جرم خود بخود گھروں میں پیدا ہو جاتے ہوں۔ ہرگز نہیں۔ ہم خود انکو بلاتے ہیں۔ کسطرح۔ چوہوں سے بیجا محبت کرکے۔ مثلاً اناج کو کھلا چھوڑ کر۔ ہوا اور روشنی کو روک کر۔ تنگ و تاریک کوٹھریوں میں رہ کر۔ بلی سے نفرت کرکے۔ کپڑوں کو میلا رکھ کر۔ سورج کی روشنی سے ڈر کر۔ اور زمین پر سو کر۔

دیکھو اللہ تعالیٰ نے ہزاروں چشمے مفید معدنیات کے بنائے ہیں۔ مگر کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ کسی چشمہ میں سنکھیا اتنی مقدار میں پیدا ہو گیا ہو۔ جس سے لوگ ہلاک ہو جائیں۔

سب موذی جانور انسان سے ڈرتے ہیں

یاد رکھو۔ سب موذی جانور انسان سے ڈرتے ہیں۔ اور کبھی پہلے حملہ نہیں کرتے شیر اسی وقت حملہ کرتا ہے۔ جب اسکو یقین ہو جائے۔ کہ شکاری اب اس پر حملہ کرنے والا ہی ہوگا۔ سانپ اسی وقت کاٹتا ہے۔ جب ہمارا پاؤں اس پر پڑ جائے۔ یعنی خود حفاظتی کے رنگ میں حملہ کرتا ہے۔ انسان کو دیکھ کر سب موذی جانور بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کو اپنی جان کی فکر پڑ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی آنکھوں میں وہ جادو رکھا ہے کہ وہ اپنی قوت ارادی اور توجہ سے سب موذی جانوروں کو مسمرائز کرکے قابو میں لا سکتا ہے۔ مگر بہت ہیں جو اسکا استعمال نہیں جانتے۔

اُن کی طرز زندگی ہمارے مخالف ہے

موذی جانوروں کا طرز زندگی اور ہے۔ ہمارا اور۔ وہ تنگ و تاریک گوشے پسند کرتے ہیں۔ ہم کھلے ہوادار اور روشن مکان۔ روشنی ان کی دشمن ہے۔ ہماری روشنی پر زندگی ہے۔ وہ سیلابی جگہ پسند کرتے ہیں۔ ہم خشک مقام وغیرہ وغیرہ۔

جراثیم جسم انسانی میں داخل ہوتے ڈرتے ہیں

جراثیم بیچارے تو جسم انسانی میں داخل ہوتے ڈرتے ہیں۔ کیونکہ انکو پتہ ہوتا ہے کہ ان انسان میں ہماری مہمانوازی کی طاقت نہیں۔ اور یہ کمزور انسان ہلاک ہو جائیگا اور ساتھ ہی ہم کو بھی ہلاک ہونا پڑیگا۔ مگر ہم خود جراثیم سے محبت کرکے انکو بلاتے ہیں۔ اور اس طرح خود بھی مرتے ہیں

اور ان بچاروں کو بھی ہلاک کرنے کا موجب ہوتے ہیں۔

حفاظت کے سامان لاکھوں ہیں۔ مگر مخفی اللہ تعالیٰ نے ہماری حفاظت کے لاکھوں سامان کئے ہیں۔ مگر وہ باریک اور مخفی ہیں۔ اور جن مخلوق کو لوگ ضرر رساں خیال کرتے ہیں وہ کم ہیں۔ مگر ظاہر۔ اسلئے انسان جلد بازی سے کام لیکر کہہ دیتا ہے۔ کہ یہ ہماری ہلاکت کے سامان ہیں۔ مگر حفاظت کے سامان اسکی آنکھ سے پوشیدہ رہتے ہیں۔

خون میں تریاق تھوڑے ہیں جن کو یہ علم ہوگا۔ کہ ہمارے خون میں اللہ تعالیٰ نے تمام قسم کے زہروں کو (خواہ وہ معدنی، نباتاتی یا حیوانی ہوں) ایک حد تک زائل کرنیکی طاقت رکھدی ہے۔ خون میں کروڑوں ایسے سفید دانے (سپاہی) ہیں جو جراثیم کو فوراً پکڑ کر پہلے خود ناشتہ کرتے ہیں۔ اور جو بچ رہیں انکو جگر کی بھٹی میں دھونک دیتے ہیں۔ جہاں مردہ جراثیم کا جسم جلایا جاتا ہے۔ غرضیکہ خون میں ہر زہر کا تریاق مہیا کیا گیا ہے۔ اور جب کوئی زہر تھوڑی مقدار میں خون میں مل جاتا ہے۔ تو وہ فوراً زائل کر دیا جاتا ہے۔

حفاظت کے غدود غدود جاذبہ کا بھی یہی کام ہے۔ وہ جراثیم کو قید کر دیتی ہیں۔ اور خون میں ملنے سے روکتی ہیں۔ جگر میں بھی ہر قسم زہر جلائے جاتے ہیں۔ تلی کا بھی کسی حد تک یہی کام ہے۔ غرضیکہ لاکھوں ایسے غدود اور دیگر حفاظت کے سامان اللہ تعالیٰ نے جسم انسانی میں رکھ دئے ہیں۔ جو ہمارے علم کے بغیر ہی ہماری خدمت میں مشغول ہیں۔ اسی واسطے فرمایا اذا مرضت فھو یشفین۔ اسکے مزید ثبوت کے لئے ہم ذرا اور واضح کر دیتے ہیں۔

ہم روزانہ جراثیم کھاتے ہیں ہمارے معدہ میں روزانہ ہزاروں جرم کھانے کے ساتھ مل کر چلے جاتے ہیں۔ مگر ہم بیمار نہیں ہوتے۔ کیوں؟ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے معدہ میں ایک تیزابی رطوبت رکھدی ہے جو ان جراثیم کا قلع قمع کر دیتی ہے۔ اور ہم بیمار تبھی ہوتے ہیں جب ہم اپنی بے اعتدالیوں کی وجہ سے ہاضمہ کو بگاڑ کر اس رطوبت کو کمزور کر دیتے ہیں۔

تپ دق سے بچاؤ کے سامان اسی طرح سانس کے ذریعہ لاکھوں جراثیم (تپ دق وغیرہ کے) ہمارے پھیپھڑوں میں روزانہ چلے جاتے ہیں۔ اور خون میں مل جاتے ہیں۔ مگر ہم کو تپ دق نہیں ہوتا۔ اسلئے کہ خون میں قوت مدافعت کافی ہوتی ہے۔ اور وہ انکو فوراً ہلاک کر دیتا ہے۔ ہاں اگر ہم اپنی قوت کو زائل کر دیں۔ اور خون کو پتلا کرلیں۔ تو ان جراثیم کا داؤ چل جاتا ہے۔

ہم ہر روز بیمار ہونے سے بچائے جاتے ہیں۔ مگر واقعی بیمار بہت کم ہوتے ہیں۔ کیا یہ سب اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت کے کرشمے نہیں۔

صرف جراثیم کی موجودگی بیماری پیدا نہیں کر سکتی پھر یہ بھی یاد رکھو کہ صرف جراثیم کی موجودگی بیماری پیدا کرنیکے لئے کافی نہیں۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری جلد پر۔ ہمارے منہ۔ کان۔ آنکھ ناک۔

معدہ۔ انتڑیوں پھیپھڑے۔ خون وغیرہ سب میں جراثیم لاکھوں کی تعداد میں موجود رہتے ہیں۔ بلکہ ہماری روزمرہ کی غذا پانی اور ہوا جس پر زندگی کا دارومدار ہے۔ وہ بھی جراثیم سے خالی نہیں۔ مگر ہم بیمار بہت کم ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بیماری کے پیدا کرنے کیلئے اور شرائط ہیں۔ جراثیم کچھ نہیں کر سکتے جبتک ہم خود جسم کو انکی رہائش کے قابل نہ بنائیں۔ دکیونکہ صحت کی حالت میں کوئی جرم خون میں پل نہیں سکتا۔ مثلاً قوانین صحت کی خلاف ورزی سے۔ قوّت مدافعت کو گھٹا کر بداعتدالیوں سے اور افراط تفریط سے۔

بیماری لگنے کے نئے چار شرائط

بیماری کیلئے ان چار شرائط کا پورا ہونا ضروری ہے (۱) جراثیم کی موجودگی (۲) جسم کی قوّت مدافعت کا کم ہونا۔ (۳) جسم میں اس خاص جرم کے اثر کو قبول کرنے کی قابلیت کا پیدا ہونا۔ (۴) کسی خاص عضو کا کمزور ہو جانا جسمیں ان جراثیم کو اپنے بیج ڈالنے کا موقعہ ملجاتا ہے۔

انسان کی تھوک میں نمونیا کے جراثیم

معلوم ہوا ہے کہ بیماری کے جراثیم باہر سے بہت کم آتے ہیں۔ وہ عموماً جسم کے اندر یا باہر ہروقت موجود ہوتے ہیں۔ اور مفید کام کررہے ہوتے ہیں۔ حالات کے بدل جانے پر انکو بھی نئے حالات کے ماتحت نئی طرز زندگی اختیار کرنی پڑجاتی ہے اور وہ ہمارے دشمن بنجاتے ہیں۔ مثلاً نمونیا کے جرم ہروقت ہماری منہ میں موجود رہتے ہیں۔ مگر نمونیا نہیں ہوتا۔ ہاں تبھی ہوتا ہے جب قوّت مدافعت کم ہو۔ اور انسان اچانک گرم سرد ہو جائے۔ ایسی کئی ایک مثالیں ہیں۔ مگر مضمون کی طوالت کے خوف سے انکو چھوڑتا ہوں۔

فاعلی اور انفعالی طاقت

اللہ تعالیٰ نے انسان میں دو مختلف طاقتیں رکھی ہیں جن کو قوّت فاعلی اور انفعالی کہتے ہیں۔ انسان کی تمام ترقی کا انحصار ان دو قوتوں پر ہے۔ بیماری بھی انہی دو طاقتوں کا نتیجہ ہوتی ہے اگر انسان میں یہ دو طاقتیں نہ ہوتیں۔ تو وہ آج اس صورت میں ہمیں نظر نہ آتا نیچر کے عام قانون کے ماتحت انسان اپنے اردگرد کی چیزوں پر اثر ڈالتا ہے۔ اور اثر قبول بھی کرتا ہے۔ اور جب ان دو طاقتوں کے استعمال میں وہ قانون قدرت کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ تو بیمار ہوتا اور دکھ اٹھاتا ہے۔

خدا نے بیماری نہیں بنائی بلکہ قانون قدرت بنایا ہے

اللہ تعالیٰ نے بیماری نہیں بنائی بلکہ قانون قدرت بنایا ہے۔ بیماری کا کوئی علیحدہ وجود نہیں۔ بلکہ قوانین صحت کی خلاف ورزی کا نام بیماری ہے پھر بھی قانون قدرت انسان کی ترقیات کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اور یہ قانون بھی صفت رحیمیت کے ماتحت ہے اگر ہم قوانین صحت کو توڑ کر بیمار ہوں تو اس سے اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت باطل نہیں ہو سکتی۔

چیزوں کے غلط استعمال سے نقصان ہوتا ہے

مثلاً زہر ہے۔ تھوڑی مقدار میں مفید ہے۔ زیادہ کھالو تو ہلاک کر دیتا ہے۔ آگ ہے ہمارے لاکھوں کام بناتی ہے۔ اور مفت کی غلام ہے۔ مگر کب تک جبتک قانون قدرت کے ماتحت چلو۔ اسی میں کود پڑو جلا کر خاک کر دیگی۔ پانی پیاس بجھاتا ہے۔ اور زندگی بخشتا ہے۔ لیکن اگر کوئی نادان بجائے

منہ کو پانی کا گلاس لگانے کے بجائے اسمیں اپنی ناک ڈبو دے - اور دم گھٹ کر مر جائے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے - کہ پانی خدا نے ہم کو ڈبونے کیلئے بنایا ہے - یہی حال جراثیم - موذی جانور مکھی وغیرہ کا ہے - ان سب کی پیدائش کی غرض نیک ہے - اور انکا مقصد انسان کو فائدہ پہنچانا ہے - مگر ہم قانون قدرت کی خلاف ورزی کرکے اور قوانین صحت کو نظر انداز کرکے نقصان اخلاقی ہیں -

بیماری اور گناہ دونو کا کوئی علیحدہ وجود نہیں

جس طرح بیماری کا کوئی علیحدہ وجود نہیں - اسی طرح گناہ کا بھی علیحدہ وجود نہیں - بلکہ عدم نیکی کا نام گناہ ہے قوانین صحت کی خلاف ورزی کا نام بیماری ہے - اور قوانین شریعت کی خلاف ورزی کا نام گناہ اور بدی ہے - اللہ تعالیٰ نے گناہ یا بدی کو پیدا نہیں کیا - لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت کے منافی نہیں -

افراط و تفریط گناہ ہے

قرآن کریم نے گناہ کیلئے جو نام استعمال کیئے ہیں - وہ سب افراط و تفریط ظاہر کرتے ہیں - انکا ذاتی نام کوئی نہیں رکھا گیا - جس سے معلوم ہوتا ہے - کہ قرآن کریم گناہ کا کوئی علیحدہ وجود قرار نہیں دیتا - اور صرف عدم نیکی کا نام بدی ہے - افراط و تفریط ہمیشہ انسان کے افعال - یا کوتاہی یا اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ سامانوں سے فائدہ نہ اٹھانے - یا دوسروں کا حق مارنے کی کوشش کرنے سے پیدا ہوتی ہے - مثلاً کسی شخص نے کوئی قصور کیا - اور آپ نے سزا زیادہ دی - تو یہ افراط ہے - یا کسی نے آپکا کام کیا - اور آپ نے مزدوری اسکی محنت سے کم دی تو یہ تفریط ہے - یہ دونو صورتیں گناہ کی ہیں - نیکی ہمیشہ میانہ روی میں ہے - (وجعلنا کم امۃ وسطاً) دنیا کے سب مذاہب اس تعلیم سے معرا ہیں - اور کسی مذہب نے اللہ تعالیٰ کی صفات کو اس روشنی میں نہیں لیا - جس میں قرآن کریم نے بیان کیا ہے -

بچوں کو بیماری اور دکھ درد کیوں ہوتا ہے - حالانکہ وہ بے بس ہوتے ہیں؟

بچے والدین کا اچھا اور برا دونو اثر قبول کرتے ہیں

ایک اور اعتراض صفت رحیمیت پر یہ پڑتا ہے کہ بچے جو معصوم ہوتے ہیں - انکو دکھ درد بیماری وغیرہ کیوں ہوتی ہے - انکا کیا قصور - انہوں نے کونسی قوانین صحت کی خلاف ورزی کی ہے - ان کے والدین کو سزا ملنی چاہیئے -

اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے - کہ اللہ تعالیٰ نے ایک قانون بنا دیا ہے - کہ ہر ایک چیز اپنے ارد گرد کی چیزوں کے اثر کو قبول کرتی ہے - اور یہ قانون صفت رحیمیت کے ماتحت ہے - اگر یہ قانون نہ ہوتا - تو انسان خارجی اثرات کو قبول کر سکتا اور نہ ترقی کر سکتا - اسی قانون کے ماتحت بچے والدین کا اچھا اور برا اثر قبول کرتے ہیں - وہ صحت - مضبوط جسم اور اعلیٰ دماغی قویٰ بھی تو آخر ان سے ہی لیتے ہیں - اگر بعض دفعہ بیماری لے لیں تو کونسی بڑی بات ہے - یاد رکھو اگر بچے والدین سے بیماری قبول کرنے کے قابل نہ ہوتے تو یقیناً وہ والدین کی اچھی عادات طاقتیں - اور اعلیٰ خواص بھی نہ لے سکتے - انسان اور بیجان چیزوں میں بڑا فرق ہے کہ اسمیں قوت متاثرہ ہے - اگر ہم میں یہ قوت نہ ہوتی - تو ہم پتھر کی طرح ہوتے - نہ اثر قبول کرتے اور نہ اثر ڈال سکتے - اور نہ صرف برا بلکہ اچھا اثر بھی قبول نہ کر سکتے جس سے انسانی پیدائش کی غرض باطل ہو جاتی - اور اسکی زندگی حیوانوں سے بدتر ہوتی -

دعا

عاجز نے اپنی سمجھ اور علم کے مطابق اس مسئلہ پر کافی روشنی ڈالدی ہے - اللہ تعالیٰ میرے بھائیوں کو اس مضمون سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے - اور مجھے بھی آن کی پیش از بیش خدمت کے قابل بنائے - آمین - والسلام

اسلامی قادرِ مطلق خدا اور آرین سرو شکتیمان

آرین اعتراضات احمدی جوابات

(سلسلہ کے لئے دیکھو اگست ۱۹۲۵ء کا رسالہ)

مُول پرکرتی پرکرتی کی قدامت کو ثابت کرنے کے لئے یہاں آریہ مہاشے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کی مثال بہت ہاتھ پاؤں مارا کرتے ہیں اور انکا سب سے بڑا ہتھیار یہی ہوتا ہے کہ سامرتھ سے مراد پرکرتی یا مُول پرکرتی ہے اور اسکے لئے وہ مندرجہ ذیل عبارت ہندی بھاش کی پیش کیا کرتے ہیں:۔

"وراٹ جسکا برہمانڈ کے النکار سے ورنن کیا ہے جو اسی پُرش کی سامرتھ سے اُتپن ہوا ہے جس کو مُول پرکرتی کہتے ہیں" (ہندی بھاش یجوید صفحہ ۱۲۴)

وحدت وجود اس منتر سے وہ تمام پیدائش عالم کا حل اس طرح کرتے ہیں کہ یہاں اس پرش کی سامرتھ کو مول پرکرتی قرار دیا گیا ہے۔ اور مُول پرکرتی سے مراد حسب تشریح سانکھ درشن مادہ کی حالت اولیٰ ہے نہ کہ خدا کی قدرت۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ تمام بحث فضول ہے۔ کیونکہ اوپر کے الفاظ تو منتر پانچ کے بھاش میں آتے ہیں اور منتر چار کے بھاش میں صاف خدا کی لامحدود قدرت کو ہی جگت کی سامگری قرار دیا گیا ہے پس بجائے سانکھ کا سہارا تلاش کرنیکے وید کے اس منتر سے ہی اسکا حل کر لو۔ منتر نمبر چار کو مد نظر رکھتے ہوئے اننت سامرتھ کا نام مُول پرکرتی ہوا۔ چونکہ اننت سامرتھ لامحدود ہے اسلئے مُول پرکرتی بھی لامحدود ہوئی لہذا یہ مُول پرکرتی سانکھ والی پرکرتی نہیں ہے یا یہ کہ محدود مادہ مراد نہیں ہے۔ اور یہی سچ ہے چنانچہ بھاش کے الفاظ جسکو مُول پرکرتی کہتے ہیں میں سے لفظ جسکو "اسی پرش" کی بجائے واقع ہے نہ کہ سامرتھ کی بجائے پس معنی یہ ہوئے کہ برہمانڈ پرمیشور کی قدرت سے پیدا ہوا ہے اور پرمیشور ہی کو مول پرکرتی کہتے ہیں اور یہ وہ بات ہے جو ویدانت کے تمام ماننے والوں کا مذہب ہے اور یہ مذہب اس منتر سے صریحاً ثابت ہوتا ہے۔ آریہ سماج کے معنی بہرحال غلط ہیں۔ اگر سامرتھ کو بھی مول پرکرتی کہو تو بھی ہمارا کچھ نقصان نہیں کیونکہ اس صورت میں معنی یہ ہونگے کہ خدا تعالےٰ کی بے حد قدرت ہی مول پرکرتی ہے نہ کچھ اور۔ رہا سانکھ کا سہارا سو وہ بھی کچھ فائدہ نہیں پہنچاتا کیونکہ سانکھ کا اصل مذہب اغلباً یہ ہے کہ خدا کوئی نہیں صرف مادہ ہی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ دہریت سانکھ سے ہی پھیلی ہے جیسا کہ سوامی جی نے اقرار کیا ہے کہ:۔

"دہریہ پن کی پیدائش سانکھ پر سے ہوئی معلوم ہوتی ہے" (اپدیش منجری ص۹)

یہ صرف ہمارا ہی خیال نہیں بلکہ سوامی جی فرماتے ہیں کہ بعض لوگ سانکھ کے سوتروں کا سہارا لیکر کپل منی مصنف

سانکھ کو بھی دہریہ ہی کہتے ہیں۔ اور یہ کہنے والے غالباً گوتم کے بھیدی ہی معلوم ہوتے ہیں۔ غرض سانکھ کا مذہب کچھ ہو ویدکا مذہب یہی ہے کہ صرف صرف خداتعالیٰ کی قدرت یا شکتی ہی (دبل گیان کریا) جو اننت یا لامحدود ہے۔ تمام کائنات کی علت ہے پرکرتی بھی اسی میں سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ خواہ یہ کہو ہمہ از وست یا یہ کہو کہ ہمہ اوست۔

چنانچہ اسپر میں ایک آخری دلیل کے طور پر مندرجہ ذیل وید منتر پیش کرتا ہوں۔

چھٹا حوالہ | "اس پرش (پرمیشور) کے من یعنی وچار یا غور و فکر کرنیوالی سامرتھ (قدرت) ہی چاند پیدا ہوا۔ اور چکشو یعنی پر نور قدرت سے سورج ظاہر ہوا۔ اور شرو تر یعنی آکاش منور قدرت سے آکاش ظاہر ہوا اور وایو صورت قدرت سے ہوا پران اور تمام حواس پیدا ہوئے اور مکھ یعنی اعلیٰ و پر جلال قدرت سے آگ پیدا ہوئی۔" (یجروید پرش سوکت منتر ۱۲ بھومکا صفحہ ۸۰-۸۱)

اس حوالہ سے جہاں یہ ظاہر ہے کہ آکاش خدا کی قدرت سے پیدا ہوا ہے وہاں یہ بھی جھگڑا اٹھ جاتا ہے کہ سامرتھ سے مراد پرکرتی ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ پرکرتی میں وچار یا غور و فکر پایا تا ہی نہیں اور یہاں قدرت کی تعریف وچار یا غور و فکر کرنیوالی کی گئی ہے۔

ساتواں حوالہ | "ایشور (پرمیشٹری) یا آکاش سے بھی بڑے پرمیشور سے رگ وغیرہ چاروں وید سانس کی طرح کمال آسانی ظاہر ہوئے۔" (بھومکا صفحہ ۲ ترجمہ شتپتھ براہمن کانڈ ۱۴ ادھیاء ۵ براہمن ۴ کنڈکا ۱۰)

ویدوں کی اعلیٰ درجہ کی تفسیر شتپتھ براہمن کے الفاظ آکاش سے بھی بڑے پرمیشور نے فیصلہ کر دیا کہ آکاش محدود ہے اور پرماتما اس سے بھی بڑا ہے پس یہ اعتراض کہ آکاش نہیں تو ایشور کہاں ہے نہ صرف باطل ہو گیا بلکہ آریوں پر اعتراض لوٹ آیا کہ بتاؤ آکاش سے بڑا پرماتما آکاش کے سہارے کیونکر ہے۔ (یہاں بڑائی سے مرتبہ کی بڑائی تو مراد ہو ہی نہیں سکتی اسلئے کوئی مہاشہ اس طرف توجہ نہ فرماویں)

آٹھواں حوالہ | "جب مہا پرلے ہوتی ہے تب اسکے بعد آکاش وغیرہ کی ترتیب سے اور جب آکاش اور وایو کا پرلے نہیں ہوتا اور اگنی وغیرہ کا ہوتا ہے تو اگنی وغیرہ کی ترتیب سے جب ودیت اگنی (حرارت برقی) کا بھی ناش نہیں ہوتا تب پانی کی ترتیب سے دنیا پیدا ہوتی ہے۔" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۰)

سوامی دیانند کے اس حوالہ میں صاف صاف آکاش کی پیدائش اور اسکی پرلے کو تسلیم کر لیا گیا ہے جس طرح ہوا اور آگ کی پرلے ہوتی ہے اسی طرح آکاش کی پرلے ہوتی ہے۔ اگنی وغیرہ کی پرلے تو اسکے ذرات کا علیحدہ علیحدہ ہونا ہے لیکن آکاش جسکے ذرات ہی ہی نہیں اسکی پرلے کے معنی تو اسکا معدوم ہونا ہی ہو سکتا ہے اور یہی حق ہے۔

آکاش کیا ہے | مذکورہ بالا حوالوں سے یہ تو ظاہر ہو گیا کہ آکاش مخلوق ہے محدود ہے۔ مگر یہ نہیں معلوم ہوا

کہ وہ کیا چیز ہے اور ہم نے کہا تھا کہ آکاش دراصل کچھ بھی نہیں اسلئے سوال ہو سکتا ہے کہ اگرچہ آکاش محدود مخلوق ہے لیکن آخر وہ کچھ شئے تو ثابت ہو گیا۔ اسلئے میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ آکاش سے مراد خلاءِ محض ہے جو کوئی شئے نہیں ہے۔ بعض الفاظ ایسے ہیں جو صرف نسبتی امور کے اظہار کے لئے استعمال ہوتے ہیں جیسے ایک (دشا) سمت کا لفظ ہے پھر اسکی قسمیں ہیں مشرق۔ مغرب۔ شمال۔ جنوب اوپر نیچے وغیرہ اب بتاؤ یہ سمتیں سچ مچ کوئی وجود ہیں۔ یقیناً یہ صرف نام ہیں جو بعض وجودوں کی نسبت کے لحاظ سے بولے جاتے ہیں۔ اسکی حقیقت کچھ بھی نہیں۔ ایک محدود الوجود ہستی کے لئے جدھر سے سورج نکلتا ہے اس کا نام سمت مشرقی ہے اور اسکے مقابل سمت مغربی ہے لیکن اگر وہی محدود الوجود ہستی آفتاب میں بٹھا دیجائے تو اب نہ مشرق ہے نہ مغرب یا یوں کہو کہ ایک شخص جو کلکتہ میں ہے وہ دوسرے شخص کو جو پشاور میں ہے مغرب میں خیال کرتا ہے اور کلکتہ سے لیکر پشاور تک مغرب ہی مغرب سمجھتا ہے لیکن جب وہی شخص پشاور آتا ہے تو اب پشاور سے لیکر کلکتہ تک مشرق ہی مشرق سمجھتا ہے گویا مغرب اب مشرق ہو گئی جس سے ظاہر ہے کہ مشرق و مغرب صرف نسبتی نام ہیں اگر زمین سورج کے گرد نہ گھومتی تو کوئی شخص مشرق کا نام بھی نہ لیتا۔ پھر غور کرو کہ کیا خدا تعالیٰ جو اس تمام مخلوقات کو احاطہ کئے ہوئے ہے اسکے لئے بھی کوئی مشرق و مغرب کوئی شئے ہے اگر نہیں تو اسکا علم سچا ہے اور مان لو کہ مشرق و مغرب صرف محدود الوجود ہستیوں کے لئے محض نسبتی نام ہیں جن کی اصل حقیقت یہ ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ مگر افسوس کہ ہندو فلسفیوں نے سمت کو بھی ایک قدیم جوہر مانا ہے جو انکی بدیہی غلطی ہے۔ دراصل نہ آکاش ہے نہ دشا۔ اور اگر یہ کچھ ہیں تو مخلوق نسبتی نام ہیں۔

آکاش کہاں ہے؟ یہ بات سمجھنے کے لئے کہ آکاش محض خلا کا نام ہے یہ بات سوچنی چاہیے کہ آکاش کہاں ہے اور کہاں نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آکاش مفردات کے باہر اور مرکبات کے اندر ہے یعنی پرمانوؤں کے اندر آکاش نہیں ہے اور پرمانوؤں سے ملکر بنی ہوئی تمام اشیاء کے اندر آکاش ہے جیسا کہ جہاں گول چیزیں ملتی ہیں وہاں درمیان میں کچھ خلا رہ ہی جاتا ہے چونکہ ذرات عالم گول ہیں اسلئے انکے ملنے سے خواہ کتنی ہی ٹھوس چیز پیدا ہو درمیان میں خلا کا رہنا ضروری ہوا اسی کو آکاش کہتے ہیں۔ جہاں ذرات نہیں وہاں تو خلا ہی خلا ہے۔ پس پرمانوؤں یا پرکرتی کے اندر آکاش کا نہ ہونا بتاتا ہے کہ وہ کوئی لطیف جوہر نہیں ہے بلکہ خلاءِ محض ہے اور چونکہ وہ ذرات کے اندر نہیں ہے اسلئے وہ محدود بھی ضرور ہے۔

خدا ہے آکاش نہیں ہے اوپر جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اسمیں آکاش کو خلاءِ محض ثابت کیا ہے

اور یہ خلاء محض صرف پرکرتی کی نسبت سے ہے ورنہ خلاء محض بھی کہیں نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وجود لامحدود ہے اور بلا سہارے کسی کے آپ قائم ہے اور سب کا وہی سہارا ہے پس کوئی مقام ایسا نہیں جہاں خدا نہیں ہے۔ خدا ذروں کے بھی اندر ہے اور آریوں کے فرضی آکاش کے بھی اندر ہے پس وہی موجود ہے اور اسکی ذات کے لحاظ سے آکاش بھی موجود نہیں ہے۔ جیسے سمت موجود نہیں ہے۔

آکاش اُڑ گیا بات کو آسانی سے سمجھانے کیلئے ہم پوچھتے ہیں کہ آپ بتائیں کہ جس طرح ذروں میں آکاش نہیں ہے اور روح میں نہیں کیا وہ پرماتما (روح اعظم) میں بھی ہے یا نہیں۔ آریہ ضرور ہی کہینگے کہ خدا میں آکاش نہیں ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ پھر وہ کہاں ہے۔ صاف جواب یہ ہے کہ خدا سے باہر تو کوئی جگہ ہی نہیں لہٰذا جب آکاش خدا میں نہیں ہے تو کہیں بھی نہیں ہے۔

اگر نا سمجھی سے کوئی مہاشہ یہ کہہ بیٹھے کہ خدا میں آکاش ہے تو اسکے یہ معنی ہیں کہ خدا میں بھی خلاء ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جہاں جہاں خلاء ہے وہاں خدا نہیں ہے اور بقول آریہ مہاشگان آکاش ہر جگہ ہے یا یہ کہ ہر جگہ ہی آکاش ہے تو خدا نہ رہا۔ جو محض باطل ہے۔

ایک میان میں دو تلواریں ان حالات میں مجبوراً آریہ یہ کہہ اٹھیں گے کہ آکاش وہیں ہے جہاں خدا ہی جیسے ایک لوہے کا ٹکڑا جہاں ہوتا ہے وہیں بجلی بھی اسکے اندر رہ سکتی ہے۔ یا جس طرح ایک شیشہ اور روشنی ایک ہی جا جمع ہوتی ہے وہ چیزیں ایک ہی آکاش کو گھیرتی ہیں۔ سو اس صورت میں ہمارا جواب یہ ہے کہ مخلوق اور قابل تقسیم چیزوں میں تو یہ امکان ہے لیکن نا قابل تقسیم قدیم وجودوں میں ایسا ہونا نا ممکن ہے۔ جیسا کہ ویشیشک درشن میں اور آریوں کو مسلم ہے کہ ایک پرماتو میں یا ایک جیو میں آکاش نہیں ہے اور نہ وہ اور آکاش ایک ہی جا جمع ہیں۔ اسی طرح آکاش کا فرضی وجود خدا تعالیٰ کے وجود کے ساتھ بھی جمع نہیں ہو سکتا۔

سوامی شنکراچاریہ کا خیال ہندوؤں میں ایک بہت بڑے بزرگ جو ایک باکمال اہل علم انسان تھے جو۔۔۔۔۔۔ ہندوستان میں جین ازم کو جو دہریت کی شاخ ہے مٹانے کے لئے پیدا ہوئے انہوں نے بڑے زور دار دلائل سے ثابت کیا کہ صرف ایک ہی ذات قدیم ہو سکتی ہے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ خدا بھی قدیم ہو اور پرکرتی بھی۔ اور انہوں نے کہا کہ ایک میان میں دو تلواریں اکٹھی نہیں ہو سکتیں اور جبکہ ایشور ہر جگہ ہے تو اسکے سوا اور کچھ بھی موجود نہیں ہو سکتا۔ نہ جیو نہ پرکرتی۔ اس خیال کا نتیجہ یہ ہوا کہ انکے ماننے والے ہر موجود کو خدا ہی مانتے ہیں۔

ہم یہ تو نہیں مانتے کہ یہ نتیجہ درست ہے لیکن یہ ہم ضرور کہینگے کہ سوامی شنکراچاریہ کی دلیل کو آریہ تو ایک طرف

خود سوامی دیانند بھی توڑ نہیں سکا بلکہ یہ مانکر پرماتما کے اندر ادر جیو کے اندر آکاش نہیں سوامی شنکر آچاریہ کی دلیل کو اور مضبوط کر دیا ہے۔

تداخل جوہرین اہل فلسفہ کا یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ دو جوہر ایکدوسرے میں کبھی داخل نہیں ہو سکتے۔ اور یہ سچا مسئلہ ہے جو آریہ کے روح و مادہ کو اڑا دینے کے لئے ایک زبردست دلیل ہے۔ یہ کہنا کہ بجلی اور لوہا ایک ہی جا جمع ہیں یا روشنی اور شیشہ ایک ہی جا جمع ہوتے ہیں اسی طرح خدا (ایک جوہر) اور آکاش (دوسرا جوہر) ایک ہی جا جمع رہتے ہیں محض دھوکہ ہے جو آریہ تو ایک طرف خود سوامی دیانند کو بھی لگا ہے جسکی وجہ موجودہ زمانہ کی سائنس سے انکی بے خبری تھی۔ دیکھو یہ جتنے مختلف اشکال ہیں یہ دراصل ایک ہی جوہر کی مختلف حالتیں ہیں۔ اور یہ امر بپایہ ثبوت پہنچ چکا ہے کہ لوہا اور بجلی ایک ہی شئے ہے اور روشنی کچھ نہیں ہے صرف بجلی کے ذرات یا الیکٹرون کی حرکت سے پیدا ہونیوالی لہریں ہیں اور شیشہ الیکٹرون کا ہی بنا ہوا ہے نہ صرف شیشہ بلکہ تمام اشیاء مادی محض ذرات بجلی کی مختلف شکلیں ہیں۔ اسلئے بجلی اور لوہے کا ایک جا ہونا یا روشنی اور شیشہ کا ایک جا جمع ہونا تداخل جوہرین نہیں ہے بلکہ ایک ہی جوہر ہے جو لطیف و کثیف حالتیں اختیار کیئے ہوئے ہے۔ اور یہ قطعاً ناممکن ہے کہ ایک میان میں دو تلواریں جمع ہو سکیں تا وقتیکہ میان کو ہی دگنا نہ کر لیا جائے اسلئے یہ محض غلط ہے کہ جہاں خدا تعالیٰ موجود ہے وہیں اسکے ماسوا کوئی اور قدیم جوہر بھی موجود ہیں۔

وحدت الوجود اس جگہ ہم یہ بات بھی کہدیتے ہیں کہ ہمارے بیان کا مقصد وحدت الوجودی نہیں ہے جو اہل ویدانت کا مذہب ہے بلکہ ہمارے نزدیک مخلوقات خدا تعالیٰ کے کلمات میں سے ہے جو تجسیم اختیار کرتے ہیں اور ان اجسام کا وجود عارضی ہونے کی وجہ سے عدم کے حکم میں ہے۔

سرو ویاپک صرف ایک ہی ذات ہے پھر غور کرو کہ کیا سرو ویاپک ایک سے زیادہ وجود ہو سکتے ہیں یا نہیں اگر کہو کہ نہیں تو جھگڑا مٹ گیا اور یہ ماننا پڑا کہ پرماتما کے سوا کوئی سرو ویاپک نہیں کیونکہ وہ سب سے لطیف ہے اور آکاش سرو ویاپک نہیں اور اگر کہو کہ دو تو سرو ویاپک ہیں تو ہم پوچھینگے کہ دو تو یکساں لطیف ہیں یا دو نو میں سے ایک زیادہ لطیف ہے اگر یکساں لطیف ہیں تو وہ ایک ہی جگہ جمع نہیں ہو سکتے جیسے پانی کے بھرے ہوئے گلاس میں اور پانی داخل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر دو نو میں سے ایک زیادہ لطیف ہے تو جو زیادہ لطیف ہے وہی سرو ویاپک ہے اور یقیناً وہ پرماتما ہی ہے کیونکہ وہ سب سے لطیف ہے۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ وجود باری تعالیٰ سرو ویاپک ہے اور اسکے لحاظ سے آکاش کوئی شئے نہیں ہے۔ نہ وہ اس کا محتاج ہے بلکہ وہ لامکان ہے۔ جیسا کہ اسلام کی تعلیم ہے۔

کال یا زمانہ آکاش کی طرح کال یا زمانہ بھی کوئی قدیم جوہر نہیں ہے اور تمام دلائل جو آکاش کے

غیر موجود ہونے کے لئے دیئے گئے ہیں زمانہ کے عدم موجود ہونے پر دال ہیں۔ علاوہ ازیں ہم ایک نقلی دلیل پیش کر کے اس کا بھی خاتمہ کر دیتے ہیں۔ سنئے :۔

کال اگنی "پرلے (خاتمہ دنیا) پر سب کا آخر الزمان (یا خاتمہ کنندہ یا بلکہ زمانہ کا بھی آخر الزمان) (یا خاتمہ کا بھی خاتمہ) ہے۔ اسلئے پرمیشور کا نام کال اگنی ہے" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۵)

اس حوالہ سے اسقدر تو ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ زمانہ کا بھی ختم کرنے والا ہے جو زمانے کے مخلوق اور محدود ہونے کی دلیل ہے۔

زمانہ یا کال کیا شئے ہے؟ زمانہ دراصل مقدار فعل کا نام ہے جیسے ہم زمین کی اپنی محور کی گردش اور سورج کے گرد گردش کو دن رات اور ماہ و سال کہتے ہیں۔ جب زمین اپنے محور کے گرد ایک چکر کر لیتی ہے تو ہم اسے ایک دن اور رات کہتے ہیں۔ اور پھر سورج کے گرد گردش کی مقدار کو سال کہتے ہیں درحقیقت دن رات یا ماہ و سال زمین وغیرہ کے فعل کی مختلف مقداروں کا نام ہے۔ وبس۔ لیکن افسوس ہے کہ آریہ مذہب میں زمانہ بھی ایک قدیم جوہر ہے لیکن یہ لطیف جوہر ہی اہل فلسفہ کے نزدیک ایک فرضی نام ہے جو محض اسلئے مانا جاتا ہے کہ ہم اسکے بغیر واقعات کا اظہار کر نہیں سکتے اور واقعات چونکہ یکے بعد دیگرے واقعات ہوتے ہیں اسلئے ہم مجبور ہیں کہ ان واقعات کی ترتیب زمانہ کے ساتھ ظاہر کریں۔ ورنہ درحقیقت یہ کچھ بھی نہیں جس طرح ہم مجبور ہیں کہ کسی کو مشرق کہیں اور کسی کو مغرب۔ اور حقیقت میں نہ مشرق ہے نہ مغرب۔ اسی طرح انسان کے دماغ میں بغیر تعین ترتیب واقعات کچھ سمجھ میں نہیں آسکتا اس لئے زمانہ کا خیال بھی اسکے دماغ کے اندر لازمی ہے۔

حدوث فعل اور حدوث زمانہ سوامی دیانند ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۵۵۵ پر لکھتے ہیں کہ :۔
"فعل بھی پیدائش اور فنا سے آزاد نہیں"
جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ فعل دائمی نہیں ہے بلکہ اسکی پیدائش بھی ہوتی ہے اور فنا بھی۔ جب فعل حادث ہے تو اسکی مقدار جسے زمانہ کہتے ہیں وہ خود حادث ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ اگر فعل نہ ہو تو زمانہ بھی نہ ہو گا۔

دیانندی تعریف زمانہ "جس میں ماقبل مابعد۔ یکبار۔ تاخیر۔ تعجیل وغیرہ وغیرہ کا اطلاق ہو اسکو کال (وقت یا زمان) کہتے ہیں" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۸)

اس تعریف سے صاف ظاہر ہے کہ جس لحاظ سے ہم اپنی کلام میں آج یا کل جلدی یا دیر وغیرہ کہتے ہیں وہ زمانہ ہے وہ کیا شئے ہے یہ پتہ نہیں چلتا لیکن اس تعریف کو ذرا غور سے سوچنے سے صاف

معلوم ہوجاتا ہے کہ اصل مقدار فعل ہی کا نام زمانہ رکھا گیا ہے جیسے دن صرف طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کی مدت کا نام ہے۔ اگر زمین آفتاب کے گرد گردش کر کے طلوع و غروب آفتاب کا موجب نہ ہو تو دنیا میں کوئی شخص نہ دن کا نام لے نہ رات کا۔ اور اسی طرح نہ سیکنڈ کچھ ہے نہ منٹ۔ نہ گھنٹہ یہ بھی بعض آلات کے افعال کی مختلف مقداروں کے نام ہیں۔ پس جس طرح وقت کے حصے کچھ نہیں مگر عام طور پر گھڑی کی سوئیوں کی گردش کی مقدار کا نام ہے اسی طرح زمانہ زمین و آسمان کی گردش کی مقدار کا نام ہے نہ کچھ اور۔

زمانہ کا تعلق صرف مخلوق سے ہے

یہ بات قابل یادداشت ہے کہ زمانہ کا اطلاق محض حادث امور میں ہے جیسے کہ سوامی دیانند نے بھی لکھا ہے کہ:۔

"وقت یا زمانہ قدیم پدارتھوں میں اطلاق نہیں پاتا اور حادث پدارتھوں میں اطلاق پاتا ہے" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۷۰)

اس سے بھی یہی ثابت ہے کہ زمانہ محض مقدار فعل کا نام ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ کوئی قدیم پدارتھوں میں اطلاق نہ پایا جاوے۔

خدا اور زمانہ

زمانہ کی تعریف جو ہم ابھی سوامی دیانند صاحب کے الفاظ میں لکھ چکے ہیں وہ یہ ہے کہ جس علت کے لحاظ سے آگے پیچھے یا آج اور کل کہتے ہیں وہ زمانہ ہے لیکن کیا خدا تعالےٰ کے لئے بھی آج اور کل کوئی ہے یا اس کے لئے حال ہی حال ہے۔ سنو سوامی جی لکھتے ہیں:۔

"ایشور کو تینوں زمانوں کا جاننے والا کہنا جہالت کا کام ہے × × × × ماضی مستقبل جیووں کے واسطے ہے ایشور میں بلحاظ اعمال جیووں کے تین زمانہ کی واقفیت کا اطلاق ہے نہ کہ بذاتہٖ"

پس جب تین زمانوں کا تعلق صرف محدود جیووں سے ہی ہے غیر محدود خدا تعالیٰ کی ذات کے ساتھ گذشتہ اور آیندہ لگ ہی نہیں سکتے تو لازمانہ خدا کے لحاظ سے زمانہ کوئی علت ہی نہیں ہے۔ جس طرح وہ لامکان ہے اسی طرح لازمان بھی ہے۔

آکاش اور کال اسماء الٰہی ہیں

بالآخر ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کال اور آکاش زمان و مکان کوئی شئے ہیں تو ایک لحاظ سے ہم بھی تسلیم کرتے ہیں اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کا وجود جو سب کا سہارا ہے اور ہر جگہ موجود ہے اگر اس کی اس وسعت ذاتی کا نام آکاش یا مکان رکھا جائے اور چونکہ وہ ازل سے ابد تک ہے اس لئے اگر اس مدت کا نام

کال یا زمانہ رکھا جاوے تو ہم ان دونو حقیقتوں کو اسماء الٰہی میں داخل مانتے ہیں یا یوں کہو کہ یہ دونو خدا تعالےٰ کی دو صفتیں ہیں جیسے ہم مخلوقات کے افعال اور زندگیوں کو محدود پاتے ہیں غالباً یہی وجہ ہے کہ وید میں بھی خدا تعالیٰ کے اسماء میں آکاش اور کال بھی بیان کیئے گئے ہیں۔ اور اسی سے غلط فہمی پیدا ہو کر ویدانت والوں کا فرقہ یہ کہہ اُٹھا۔

رام راجا رام پرجا رام ساہوکار ہے
رام نقد ا رام سودا رام ہی بازار ہے

ہمہ اوست ہمہ از وست

اسلام میں بھی اگرچہ بہت سے بزرگ ایسے ہوئے ہیں جو جلیل القدر اولیاء میں سے ہیں اور انہوں نے بھی بڑے زور سے ہمہ اوست کا اقرار کیا ہے۔ اسی وجہ سے بہت سے مسلمان بھی لاعلمی سے اسی عقیدہ کو مانتے ہیں لیکن جہاں تک غور کرکے دیکھا جاوے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح آفتاب کی روشنی میں دوسرے ستارے چھپ جاتے ہیں اور یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ اسوقت آفتاب ہی آفتاب ہے اسی طرح جب اولیاء کرام ذات باری تعالیٰ کے نور کو دیکھتے ہیں اور اس میں محو ہو جاتے ہیں تو وہ اس حال میں کہہ اُٹھتے ہیں۔ کہ اللہ ہی اللہ ہے۔ اور اگر کسی سالک نے ایسا کلام کیا ہے تو اس کا منشاء یہ ہے ہر شئے اللہ ہی کے دست قدرت سے پیدا ہوئی ہے اور حقیقت میں یہ مخلوق محض حکم الٰہی ہے اور دراصل موجود اللہ ہی کی ذات ہے۔ بس گویا ان کی نظر میں بوجہ فانی ہونے کے عدم کا حکم رکھتی ہے۔

اعتراض نمبر ۴۴ اپنے علم و حرکت سے بنائی ہوئی دنیا کا خدا مالک ہے۔ کیونکہ مالکیت دنیا میں اسی طرح ہوتی ہے جو شخص کمائی کرتا ہے وہ علم و حرکت ہی کرتا ہے۔ مثلاً ایک کلرک دفتر سے جو تنخواہ پاتا ہے تو اسکی وجہ بھی علم کے ساتھ اسکی قلم کی حرکت ہے وغیرہ۔

جواب ہم اس تعریف کو تسلیم کرتے ہیں لیکن اس کا نتیجہ جیسا کہ ہم پہلی دفعہ بتا چکے ہیں یہی ہے کہ خدا نہ روح کا مالک ہے نہ مادہ کا کیونکہ وہ ازلی ہیں اور ان میں خدا کے علم اور حرکت کا کوئی دخل نہیں۔

پرمیشور کی مالکیت اُڑ گئی

علاوہ ازیں یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ آریہ کے اصول کے مطابق نہ تو خدا روح کا مالک ہوا اور نہ مادہ کا۔ اب رہ گیا زمان و مکان چونکہ زمانہ و مکان بھی خدا کے علم و حرکت سے مبرا ہیں اسلئے وہ بھی خدا کی ملک نہ رہے۔ چلو خود آریوں کی مسلم تعریف کے مطابق خدا تعالیٰ کی مالکیت ہی اُڑ گئی۔

ظہورِ کرشنؑ کے لئے ہندوؤں کی بیتابی

[حال میں کرشن جنم اشٹمی نمبر پرتاپ لاہور کا نکلا ہے۔ اسمیں مختلف لائق و معزز مضمون نگاروں نے جناب کرشنؑ کے ظہور کے لئے جو بیتابی ظاہر کی ہے وہ درج ذیل ہے۔ اے کاش وہ دیکھیں اور سمجھیں کہ وہ کرشن رودر گوپال جسکی مہا گیتا میں لکھی ہے آچکا۔ مبارک وہ جو قبول کرتے ہیں (ایڈیٹر)]

(۱)

گیتا میں کرشن مہاراج نے صاف الفاظ میں بیان کیا ہے یدا یدا ہی دھرمسیہ گلانر بھوتی بھارت ابھیوتھانم دھرم تداتمانم سرجامی اہم پری ترانائے سادھونام چرونا شائے دشکرتام دھرم سنستھاپنارتھائے سمبھوامی یگے یگے۔ ارتھ۔ ہے بھارت (ارجن) جب جب دھرم کی گلانی اور ادھرم زیادتی ہوتی ہے۔ تب تب مَیں جنم لیتا ہوں نیک انسانوں کی حفاظت اور بدطینت اشخاص کا ناش کرنے اور دھرم کا قیام کرنیکے لئے یگ یگ مَیں نمودار ہوتا ہوں۔

(۲)

آہ! آج بانسری کی صدا میں درد کیوں نہیں؟ پیارے کرشن! حیرت اور بسا حیرت!! تمھارے مقدس قدموں کی خاکِ پاک کو سُرمۂ چشم بنانے والے آج سیل حوادث کا شکار ہیں۔ اور تم خاموش ہو۔ اے پیکرِ حیات! ہماری حیات جتماعیہ منتشر ہے۔ آج ہم نِگوں بخت۔ ذلّت و خود غرضی کی دلدل میں مصروفِ کشمکش ہیں۔ اے تاجدارِ روحانیّت! آؤ۔ ہمیں جلائلِ عرفاں کے رمُوز سمجھاؤ۔ بھگوان! آج ہمیں تمھارا اُپدیش یاد نہیں۔ آہ! وہ جلوہ گاہِ ناز کیوں سُنسان ہے؟ ہائے! اب ہمارے لئے مصافِ ہستی کیوں اُجڑ گیا؟ اے بانسری کی صدا۔ ایک بار پھر صرف ایک بار سُنائی دے۔ ایڈیٹر ٹریبیون لاہور)

(۳)

کرشن کی ایسی گہری بھگتی کا راز کیا ہے؟ وہ راز گیتا کے ایک شلوک میں جتلایا گیا ہے۔ کہ جب جب دھرم کی گلانی ہوتی ہے۔ کرشن بھگوان درشن دیتے ہیں۔ اس شلوک کا مطلب مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ کرشن جیسے مہا پُرشوں کا جیون جاتیہ گراوٹ کے وقت قوم کی مُردہ ہڈیوں میں روح پھونکنے والا ہوتا ہے۔ (پروفیسر رام دیو گوروکل کانگڑہ)

(۴)

آ تیرے آنے کی ہے بھارت کو ضرورت ✥ آ جلد کہ بچنے کی نہیں کوئی بھی صورت
جب جب ہوئی ہانی تو مددگار ہُوا تھا ✥ گیتا میں بھی ارشاد یُوں سرکار ہُوا تھا
جب دیش میں ہوتی ہو کبھی دھرم کی ہانی ✥ مَیں آتا ہوں بن بن کے سدا رازِ معانی

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب سے شائع ہوتا ہے
Digitized by Khilafat Library Rabwah
کلکتہ کے نامی ڈاکٹر ایس کے برمن کی
فصلی بخار و طحال کی دوا
۴۲ برس سے ہندوستان کے ہر حصہ میں جاری ہے ہر سال لاکھوں مریض اس سے شفا پاتے ہیں موقت پر فائدہ اٹھانے اور اپنی اور دوسروں کی جان بچانے کیلئے گھر گھر میں اسکو موجود رکھنا چاہیے اس دوا میں یہ خصوصیت ہے کہ دو تین ہی خوراک سے بخار کا آنا موقوف ہو جاتا ہے اور چند روز کے استعمال کرنے سے باری کا بخار - یکرہ بخاری - چوتھیا وغیرہ کے فائدہ ورم جگر بالکل آرام ہو جاتے ہیں اور خون گاڑھا ہو کر بخار کا آنا زائل ہو جاتا ہے آجکل بازار میں سیکڑوں بخار کی پیٹنٹ دوا موجود ہیں لیکن ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار کی دوا ایک ہی اکسیر ہے دیکھئے اس دوا کے استعمال سے وہ ہڈی کا کیا جسم تنومند ہو گیا
قیمت بڑی شیشی عہ (ایک روپیہ) چھوٹی شیشی ۱۰ (دس آنہ) پیکنگ و محصولڈاک فی شیشی کلاں ۸ (آٹھ آنہ - خورد ۶ (چھ آنہ -
انٹی ملیریس پلز
پرانے ملیریا بخار گولیاں
ان گولیوں میں ذرہ بھی کونین نہیں ہے - لرزہ بخار کا آنا ہو جاتے پر باری سے نہ آکر دن رات تھوڑا بہت بخار رہتا ہے جسم کا خون پانی ہو جاتا ہے جس سے آدمی کا رنگ پھیکا ڈھیلا ہو جاتا ہے تلی و کلیجہ بڑھ کر پیٹ نکل آتا ہے کبھی منہ اور ہاتھ پیروں میں ورم آجاتا ہے - ایسی حالتوں میں یہ گولیاں فائدہ کرتی ہیں -
قیمت ۴۲ گولیوں کی ڈبیہ ۱۰ (دس آنہ) محصولڈاک ایسے آنہ
کونین ٹبلٹ
بخار روکنے والی لاجواب کونین کی گولیاں
ان گولیوں کو بچے بڈھے سب کوئی شوق سے آسانی کے ساتھ کھاتے ہیں نئی طرز پر یہ گولیاں بنی ہیں -
قیمت حسب ذیل ہے - محصول ذمہ خریدار ہوگا -
۲ دو گرین والی ۲۵ گولیوں کی ڈبیہ ۱۲ بارہ آنہ
" " " ۵۰ " " عہ ایکروپیہ چھ آنہ
" " " ۱۰۰ " " عہ دو روپیہ پانچ آنہ
۴ چار گرین والی ۲۵ " " عہ ایکروپیہ چار آنہ
" " " ۵۰ " " عہ دو روپیہ چھ آنہ
" " " ۱۰۰ " " للعہ چار روپیہ چھ آنہ
داد کا مجرب مرہم
ہر قسم کے داد کو جڑ سے رفع کرنے والی یہ اکسیر دوا ہے
نیا پرانا داد و کھاج جیسا ہی ہو اس مرہم سے فوراً آرام ہو جاتے ہیں ایک مرتبہ کے لگانے سے فائدہ معلوم ہوتا ہے دو چار بار کے استعمال سے جڑ سے نابود ہو جاتے ہیں - قیمت فی ڈبیہ ۴ محصولڈاک ایسے ۲ ڈبیہ تک ۲
ڈاکٹر ایس کے برمن پوسٹ بکس ۵۵۴ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

دنیا کے تمام مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یعنی

ریویو آف ریلیجنز
اردو رسالہ

ایڈیٹر قاضی محمد ظہور الدین اکمل

نمبر (۹) ستمبر ۱۹۲۵ء مطابق صفر المظفر ۱۳۴۴ھ جلد (۲۴)

فہرست مضامین

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں منشی عبد الرحمن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھپا کر قادیان سے شائع کیا

نئی کتابیں

ہندوؤں کے مذہب میں قربانی

پروفیسر معین الدین احمد صاحب ولسن کالج بمبئی نے یہ کتاب لکھ کر علمی و مذہبی دنیا میں ایک قابل قدر اضافہ کیا ہے آپ سنسکرت خوب جانتے ہیں ہندوؤں کی معتبر و مستند کتابوں سے ثابت کیا ہے کہ ہندو مذہب میں یدنیہ (قربانی) کی عظمت مسلمہ ہے۔ یدنیہ لازمی ہے یدنیہ سے سرگ ملتا ہے۔ قربانی کا منکر چور ہے۔ قربانی کا گوشت کھانا لازمی ہے۔ قربانی کے جانوروں کے نام جن میں گائے بکرا گھوڑا شامل ہیں۔ شرادھ کے ساتھ گوشت کا لزوم اور گائے کے گوشت کا شرادھ غرض نہایت قیمتی معلومات کا مجموعہ ہے جو کچھ لکھا ہے مدلّل و مستند حوالجات سے پونے دو سو صفحے حجم ہے چھپوائی لکھوائی کاغذ بھی نہایت عمدہ ہے۔ قیمت ۱۲؍ ناظرین ریویو ضرور منگوائیں اور فائدہ اٹھائیں ؂

جدید سفر نامہ فلسطین شام و مصر

مَیں نے تین چار سفرنامے پڑھے ہیں مگر حق یہ ہے کہ مکرمی ماسٹر محمّد وارث علی صاحب وارث نے جو سفرنامہ مرتب کیا ہے اور فلسطین و شام و مصر کے حالات لکھے ہیں وہ مکمل مفصل اور صحیح ہیں۔ کتاب کی زبان سلیس اور ایسی طرز کی ہے کہ خود بخود پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ ماسٹر صاحب کی نظر ماشاءاللہ بہت وسیع ہے وہ جہاں بھی گئے ہیں۔ جغرافیکل تاریخی مذہبی سیاسی علمی حالات پر نگاہ ڈالی ہے اور جو خوبی پائی ہے اسکی تعریف کی ہے جو نقص سمجھا ہے اسے بھی صاف کہدیا ہے کچھ لگی لپٹی اٹھا نہیں رکھی۔ ماسٹر صاحب من بہر جمعیتے نالاں شدم۔ جفت خوش حالاں و بد حالاں شدم کے مصداق ہیں۔ اسلئے ہر فرقے ہر طبقے کے حالات قلمبند کئے ہیں دوسرے سیاحوں کی طرح نہیں کہ ایک خاص سوسائٹی کو دیکھ کر رائے قائم کرلی ہو۔ جو صاحب گھر بیٹھے بلاد اسلامیہ کی سیر کرنی چاہیں اور جنہیں اس ملک کی جملہ اقوام خصوصاً مسلمانوں کی سیاسی مذہبی علمی تمدنی حالت کے معلوم کرنیکا شوق ہو انکے لئے یہ کتاب کافی ہے جو ۲۰ سطری سطر ۱۸×۲۶ کے ۱۳۶ صفحے پر ختم ہوئی ہے۔ کاغذ اچھا ہے قیمت ایک روپیہ جناب محمد یامین صاحب تاجر کتب قادیان اور ایس احمد علی چشتی مینیجر گلزار ہند سٹیم پریس موری گیٹ لاہور سے مل سکتی ہے ؂

تحقیق واقعات کربلا

یہ کتاب جناب منشی خادم حسین صاحب بھیروی مشہور و معروف نامہ نگار تشحیذ الاذہان کی مرتبہ ہے بس مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ اسکے لئے سوائے مؤلف ممدوح کا نام نامی دینے کے مجھے کچھ اور کہنے کی ضرورت ہے شیعہ مذہب کی بنیاد واقعات کربلا پر ہے۔ منشی صاحب مکرّم نے شیعوں کی مستند و معتبر کتب کے حوالجات سے روز روشن کی طرح ثابت کردیا ہے کہ اہل کوفہ شیعہ تھے اور جو کچھ امام حسین رضی اللہ عنہ و دیگر اہل بیت نبوی سے کیا۔ انہی شیعوں نے کیا اور وہی قتل حسینؓ و دیگر مظالم کے ذمہ وار ہیں۔ اسی ضمن میں اور بہت سے واقعات صحیحہ و حالات محققہ ظاہر کیے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ۔ ملنے کا پتہ:-

سید دلاور شاہ صاحب مہتمم احمدیہ بکڈپو کوچہ چابک سواراں لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

قرآن مجید دائمی شریعت ہے

بہائی کہتے ہیں کہ قرآن دائمی شریعت نہیں۔ ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ قرآن بھی منسوخ ہو جائیگا اور اس کی جگہ ایک نئی کتاب اور نئی شریعت آئیگی۔ اس کے ثبوت میں وہ قرآن کی ایک یہ آیت بھی پیش کرتے ہیں کہ لِکُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ کہ ہر ایک اُمت کیلئے ایک میعاد مقرر ہے۔ جب انکی میعاد ختم ہو جاتی ہے تو پھر ایک گھڑی کی بھی تعجیل و تاخیر نہیں ہوتی"۔ بہائی کہتے ہیں کہ اُمت محمدیہ اس کلیہ قاعدہ سے باہر نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ یہ آیت عام ہے اور ہر اُمت اس میں شامل ہے۔ لہٰذا اس قانون الٰہی کے مطابق اب اُمت محمدیہ پر بھی اجل آچکی ہے اور "حضرت بہاء اللہ" کی بعثت کے بعد یہ اُمت بھی مُردہ ہو چکی ہے۔ اور قرآن موجودہ زمانے کے لئے کافی نہیں رہا اسلئے وعدہ الٰہی کے مطابق ایک نئی قوم اور نئی شریعت کا آنا ضروری ہُوا۔ سو وہ نئی قوم اُمت بہائیہ ہے اور وہ نئی شریعت کتاب الاقدس ہے جو دنیا میں رائج کردی گئی ہے اب دنیا کی قوموں کا احیاء اسی کے ساتھ ہوگا ؂

بہائی اس آیت کو قرآن کے منسوخ ہونیکے ثبوت میں پیش کیا کرتے ہیں۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ بہائیوں کا یہ استدلال بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اگر اس آیت کے سیاق و سباق کو دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کا یہ مطلب ہی نہیں۔ نہ کسی اُمت کی موت سے اس آیت کو کچھ تعلق ہے۔ اس آیت میں تو اللہ تعالیٰ عرب کے کافروں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنیوالوں کو مخاطب کرکے فرماتا ہے کہ اے کافرو بتاؤ تو سہی کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب دن میں یا رات میں آجائے تو تم کیا کروگے۔ مجرم اس عذاب کے متعلق کس چیز کی جلدی کرتے ہیں۔ یعنی اے کافرو جلدی کس بل بوتے پر مچارہے ہو۔ ایمان لانیکا وقت تو اب ہے۔ کیا تم لوگ اُسوقت ایمان لاؤگے۔ جب عذاب آجائیگا؟ بھلا یہ کسی جگہ انبیاء کی اُمتوں کی موت کا ذکر نہیں۔ صاف الفاظ میں عذاب کے وقت کا ذکر ہے۔ یعنی اُس عذاب کا

ذکر ہے جو کافر لوگ رسول کریم صلعم سے آپکے وعدہ کے مطابق مانگتے تھے پس یہ آیت اُس عذاب کی طرف اشارہ کرتی ہے جو رسول کی بعثت کے وقت ہر اُس اُمّت پر آیا کرتا ہے جو اپنے رسول کی تکذیب کرتی ہے۔ رسول کی اُس اُمّت سے اس آیت کو کوئی تعلق نہیں جو اپنے رسول پر ایمان لے آتی ہے۔ چنانچہ اس سے پہلے یہ آیات ہیں وَاِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِیْدٌ عَلٰى مَا یَفْعَلُوْنَ ۝ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۝ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۝ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اور اس کے بعد معاً یہ ہے قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَیَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا یَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ یعنی ضرور ہم تجھ کو دکھائیں گے بعض وہ عذاب جس کا ہم تجھ سے وعدہ کرتے ہیں یا ہم وفات دیدینگے تجھ کو۔ پھر ہماری طرف اُن کا رجوع ہوگا پھر اللہ نگران ہے اُس پر جو وہ کرتے ہیں اور ہر ایک اُمّت کے لئے ایک رسول ہے پھر جب اُنکا رسول آتا ہے اور وہ اُسکی تکذیب کرتے ہیں تو اُنکو اُنکے کرتوت کے مطابق سزا دیجاتی ہے اور اُنپر ظلم نہیں کیا جاتا۔ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ عذاب کب آئیگا؟ اگر تم سچے ہو اے رسول تو کہدے کہ میں اختیار نہیں رکھتا اپنے لئے نفع اور نقصان کا مگر جو اللہ چاہے۔ ہر ایک اُمّت کیلئے عذاب کا وقت مقرر ہے پس جب انکے عذاب کا وقت آجاتا ہے۔ تو پھر ایک ساعت کی بھی تعجیل و تاخیر نہیں ہوتی۔ ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔ اے کافرو اگر تم پر اُسکا عذاب رات یا دن میں آجائے تو تم کیا کر سکتے ہو۔ جلدی کس بات کی کرتے ہو۔

پس اس آیت کا سیاق و سباق صاف اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ لکل امۃ اجل میں اُس عذاب کا ذکر ہے جسکا کافر لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپکے وعدہ کے مطابق تقاضا کرتے تھے۔ اور جو رسول کی تکذیب کی وجہ سے ہر تکذیب کرنیوالی اُمّت پر آیا کرتا ہے۔ پس اسمیں اجل سے مراد عذاب ہے جیسا کہ قرآن میں دوسری جگہ ہے وما اھلکنا من قریۃ الا ولھا کتاب معلوم ۝ ما تسبق من امۃ اجلھا وما یستاخرون (سورہ حجر رکوع ۱) کہ ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر اس حال میں کہ اُسکا وقت لکھا ہوا معلوم تھا اور کوئی اُمّت اپنے معین وقت سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ اس آیت میں اجل کا لفظ عذاب کے وقت کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور یہ قانون الٰہی پہلے سے مقرر ہے کہ کسی قوم پر کبھی کوئی عذاب نہیں آتا جب تک کہ پہلے کوئی رسول نہ آلے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما کنا معذبین

حتّٰی نبعث رسولًا کہ ہم عذاب نہیں بھیجتے جبتک کوئی رسول پہلے نہ بھیج لیں۔ دوسری جگہ فرمایا وما اھلکنا من قریۃ الا لھا منذرون کہ ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر اس حال میں کہ اُسکے ڈرانیوالے پہلے آچکے تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرے تو اسپر اعتراض آتا ہے کہ اس نے لوگوں پر ظلم کیا۔ چنانچہ فرمایا ولو انّا اھلکناھم بعذاب من قبلہ لقالوا ربّنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع اٰیاتک من قبل ان نذلّ ونخزٰی کہ اگر ہم لوگوں کو کسی عذاب سے رسول بھیجنے سے پہلے ہلاک کردیں تو ضرور وہ کہیں (یعنی اعتراض کریں) کہ اے ہمارے رب تُو نے ہمارے پاس اپنا کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا تاکہ ہم ذلیل ورسوا ہونے سے پہلے تیری آیات کی اتباع کرتے۔ ثابت ہُوا کہ کسی شریعت کے نسخ اور عدم نسخ سے اس آیت کو کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہی آیت دوسری جگہ سورہ اعراف میں بھی آئی ہے وہاں بھی یہی مضمون ہے چنانچہ اسی آیت کے معاً بعد یہ آیت ہے کہ یا بنی اٰدم امّا یأتینّکم رسل منکم یقصون علیکم اٰیاتی فمن اتّقٰی واصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۰ (رکوع ۴) اس آیت میں فمن اتّقٰی واصلح کے الفاظ بتلاتے ہیں کہ جب کسی اُمت میں کوئی رسول آتا ہے تو رسول سے تکذیب واستہزاء کرنیوالے لوگ لکل امۃ اجل ط کے قانون کے مطابق عذاب سے ہلاک کردیئے جاتے ہیں اور جو لوگ فمن اتّقٰی واصلح ہوتے ہیں یعنی رسول پر ایمان لے آتے ہیں وہ فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کے مصداق ہوتے ہیں یعنی عذاب سے بچ جاتے ہیں ؎

ہم مانتے ہیں کہ اس قانون سے کوئی اُمّت باہر نہیں لہٰذا اُمّتِ محمدیہ بھی باہر نہیں اس اُمّت پر بھی لکل امّۃ اجل کے قانون کے مطابق عذاب آچکا یعنی جنہوں نے اُن لوگوں میں سے جن کی طرف رسول کریمؐ بھیجے گئے تھے آپکی تکذیب کی اور آپکو نہ مانا وہ لکل امۃ اجل کے مطابق عذابِ الٰہی میں گرفتار ہوئے اور ہلاک کردیئے گئے اور جنہوں نے آپکو مان لیا وہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کے مصداق ہوئے یعنی عذاب سے بچ رہے۔ پس اس آیت سے کسی شریعت کا منسوخ ہوجانا ہرگز مراد نہیں جیسا کہ بہائیوں کا خیال ہے ؎

اور اگر ہم اس آیت کے یہی معنی تسلیم کرلیں جو بہائی کرتے ہیں کہ جب ایک اُمّت کی میعاد پوری ہوجاتی ہے تو دوسری اُمّت اور شریعت کا دَور شروع ہوتا ہے یعنی جیسے ہر اُمّت کیلئے اجل ہے

ویسے ہی اُمت محمدیہ کے لئے بھی اجل یعنی موت ہے تو پھر ہمارا جواب یہ ہے کہ اُمت محمدیہ کا زمانہ قیامت تک ہے۔اس کا دَور قیامت کو ختم ہوگا جب زمین و آسمان پر اجل وارد ہو گی۔اس سے پہلے اس اُمت پر اجل نہیں آسکتی کیونکہ یہ اُمت خیر اُمت ہے اسلئے اس کا زمانہ قیامت تک ہے چنانچہ ارشاد ہے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ ط۔(آل عمران رکوع ۱۲) کہ پہلے جسقدر امتیں لوگوں کی اصلاح کیلئے پیدا کی گئی ہیں اُن سب میں تم بہتر اُمت ہو۔تم نیک کاموں کے کرنیکا لوگوں کو حکم دیتے ہو اور بُری باتوں سے منع کرتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔اس سے معلوم ہُوا کہ یہ اُمت نافع للناس ہے اور نافع الناس کے متعلق یہ قانون الٰہی ہے کہ وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ (سورۃ الرعد رکوع) کہ جو چیز نافع الناس ہوتی ہے وہ دیر تک رہتی ہے۔اسلئے اُمت محمدیہ کو دیر تک یعنی قیامت تک رہنا چاہیئے اگر قیامت سے پہلے ہلاک ہو جائے تو پھر خیر اُمت نہیں رہتی کیونکہ خیر اُمت ہونے کی تین وجوہات ہیں ایک تامرون بالمعروف دوسرے وتنھون عن المنکر اور تیسرے وتؤمنون باللہ۔اُمت محمدیہ خدا کے فضل سے ان تینوں صفات سے ہر زمانے میں متصف رہی ہے اور اسی طرح آئندہ بھی رہے گی۔کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اِنَّ اللّٰہَ یبعث لھٰذہ الامۃ الخ کے مطابق اللہ کے نیک اور صالح بندے مجددین اس اُمت میں برابر آتے رہے ہیں جو اس آیت کنتم خیر امۃ الخ کے پورے پورے مصداق ہوتے تھے اور اسی طرح یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہیگا انشاء اللہ

پھر یہ بھی واضح رہے کہ خَیْرَ اسم تفضیل کا صیغہ ہے جس سے معلوم ہُوا کہ کوئی بھی اُمت اس اُمت سے بہتر نہیں ہو سکتی۔تمام اُمتوں پر اسی اُمت کو فضیلت ہے۔نہ اس سے بہتر کوئی اُمت ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے کیونکہ خَیْرَ اُمَّۃٍ مطلق ہے کسی خاص زمانے سے متعلق نہیں۔ماضی مستقبل اور حال تینوں زمانوں پر حاوی ہے اور جس طرح لکل امۃ اجل میں کوئی قید نہیں۔اسی طرح اسمیں بھی کوئی قید نہیں۔اور جس طرح اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ میں کل شیء عام ہے اور ہر چیز کو شامل ہے خواہ ماضی کے زمانے میں ہو یا حال اور مستقبل میں کوئی چیز ایسی نہیں جس پر قادر نہیں اسی طرح خیر امۃ میں کوئی اُمت ایسی نہیں جس سے یہ اُمت بہتر نہ ہو۔اب اگر آئندہ کوئی اُمت ہو تو اس سے بہتر کسی حالت میں نہیں ہو سکتی کیونکہ خیر امۃ تینوں زمانوں کو شامل ہے۔

پھر ہم کہتے ہیں کہ اور کوئی اُمّت اس سے بڑھکر ہو ہی کیا سکتی ہے جو تین صفات اس اُمّت کی بیان کی گئی ہیں اُس سے بڑھکر اُمّت کیلئے اور کوئی صفت متصوّر ہو ہی نہیں سکتی جسکے ساتھ وہ متصف ہو۔ پھر جس طرح اللّٰہ اکبرُ میں اللہ سب سے بڑا ہے کوئی اُس سے بڑا نہیں اُسی طرح خیر امۃ میں اس سے بڑھکر کوئی اُمّت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اکبرُ کی طرح خیرٌ بھی اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ اگر خیر اُمّت سے بڑھکر کوئی اُمّت ہو سکتی ہے تو ماننا پڑیگا کہ اللہ سے بڑا بھی کوئی ہو سکتا ہے اور یہ بالبداہت باطل ہے۔ پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ قیامت تک اب کوئی اُمّت اس سے بڑھکر نہیں ہو سکتی تو کسی جدید شریعت اور اُمّت کا آنا باطل ہوا۔ اسلئے قیامت تک اب اسی اُمّت اور شریعت کا زمانہ رہیگا۔ کوئی نئی کتاب نہیں آئیگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل لئن اجتمعت الانس والجن علٰی ان یاتوا بمثل ھٰذا القراٰن لا یأتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا (بنی اسرائیل رکوع ۱۰) کہ اگر جن اور انس تمام جمع ہو جائیں اور ایک دوسرے کی مدد بھی کریں تب بھی قرآن کی مثل نہیں لا سکتے کیونکہ ہم نے اسمیں سب اعلیٰ درجہ کی باتیں جمع کردی ہیں اس لئے اسکے لیجانے کی ضرورت نہیں ۔

پھر فرمایا وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا ولکن اکثر الناس لا یعلمون ویقولون متیٰ ھٰذا الوعد ان کنتم صادقین ۔ قل لکم میعاد یوم الخ کہ ہم نے تجھکو تمام جہان کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے تو بشیر و نذیر ہے لیکن لوگ نہیں جانتے اور وہ کہتے ہیں یہ کب ثابت ہو گا (کہ یہ قرآن تمام جہانوں کے لئے ہے) تو کہدو کہ تمہارے لئے ایک دن کی میعاد ہے ۔

یوم سے مراد ایک ہزار سال ہے اور یہ ہزار سال خیر القرون یعنی تین سو سال کے بعد شروع ہوتے ہیں۔ یعنی تیرہ سو سال کے بعد جو مسیح موعودؑ کا زمانہ ہے قرآن کا تمام جہان کے لئے ہونا ثابت ہو جائیگا۔ پھر آگے فرمایا۔ وقال الذین کفروا لن نؤمن بھٰذا القراٰن الخ کہ کافر کہینگے ہم اس قرآن کو نہیں مانتے معلوم ہوا کہ اُسوقت کیلئے بھی یہی قرآن ہوگا۔ کوئی دوسری کتاب نہیں آئے گی ۔

پھر فرمایا وننزّل من القراٰن ما ھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین ۔ کہ ہم اس قرآن سے

ایمان لانیوالوں کیلئے شفاء اور رحمت نازل کرتے رہیں گے۔ یعنی جب کبھی لوگ گمراہ ہونگے تو قرآن ہی سے ہدایت ظاہر ہوگی اور اسکا آنا زمانے کے لحاظ سے شفاء اور رحمت ہوگا۔ یعنی جسوقت قرآن سے ہدایت کا آنا مناسب ہوگا اُسوقت اللہ تعالیٰ اُتاریگا۔ لوگ خود نہیں سمجھ سکتے جب تک خدا نہ سمجھائے اور خدا کا سمجھانا مامورین کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ تو آیت کا مطلب یہ ہُوا کہ اُمت محمدیہ میں مجددین ہمیشہ قیامت تک آتے رہینگے جو قرآن کے ذریعہ سے لوگوں کی اصلاح کیا کرینگے۔

نُنَزِّلُ مضارع کا صیغہ ہے جو حال اور استقبال دونوں زمانوں کو شامل ہے۔ پھر فرمایا فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ الخ کہ جب تم آپسمیں اختلاف کرو تو اسی قرآن کی طرف رجوع کیا کرو۔ یہ آیت بھی مظہر ہے کہ جب کبھی دنیا میں اختلاف ہوگا تو اسکے مٹانیکے لئے یہی کتاب ہوگی۔

پھر فرمایا وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ الخ کہ ہم نے تم کو عمدہ اور معتدل اُمت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر نگران رہو۔ اس سے بھی معلوم ہُوا کہ اب دنیا میں یہی اُمّت اور یہی کتاب لوگوں پر نگران رہیگی اور یہی اُنکی رہنمائی کرتی رہیگی ۔

پھر فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ط کہ اے ایماندارو اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان رکھو اور اس کتاب پر جو اللہ نے اپنے اس رسول پر نازل کی ہے اور اُس کتاب پر بھی ایمان لاؤ جو اس سے پہلے اللہ نے اُتاری۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اب آئندہ کوئی کتاب نہیں آئیگی کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن اور قرآن سے پہلی الکتاب پر ایمان لانیکا حکم دیا ہے۔ پیچھے آنیوالی کسی کتاب کا ذکر نہیں کیا جس سے معلوم ہُوا کہ کوئی نئی کتاب آنیوالی نہیں اگر قرآن کے بعد کوئی کتاب آنیوالی ہوتی تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کا ذکر کرتا ۔

پھر فرمایا وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ الخ کہ اللہ۔ رسول کی اطاعت کرنیوالے منعم علیہم کے گروہ میں داخل ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ قرآن کے ذریعہ انسان تمام انعامات حاصل کر سکتا ہے حتّٰی کہ نبوۃ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے مل سکتی ہے۔ اب اگر کوئی اور کتاب آئے تو نبوّت سے بڑھکر اور کیا انعام دیسکتی